کتاب و سنت اور اسلافِ اُمّت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد

حیدرآباد

Volume:10 Issue:5 May 2017

مُدیر

مولانا محمد عبدالقوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.idara.info

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

درسِ قرآن	کچھ شعائر کی پامالی ہم سے بھی ہو رہی ہے	مولانا محمد عبدالقادر فرید قاسمی	۵
درسِ حدیث	رمضان کی فضیلت	حضرت مفتی سعید احمد صاحب مدظلہ	۷
پیشِ گفتار	سب سے بڑی دعوت اور اس کے حاملین	مدیر	۹
گوشۂ خواتین	اسلام کی باکمال خواتین	مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی	۱۴
"	عظیم ماؤں کے باعظمت بیٹے	مولانا سراج احمد قاسمی	۱۸
اصلاحِ معاشرہ	ہماری عبادات اور مائک کا بے جا استعمال	مولانا محمد عبدالعزیز قاسمی	۲۱
فضائل وآداب	شب براءت کی فضیلت روایات کی روشنی میں	مولانا عبدالرشید طلحہ قاسمی نعمانی	۲۳
دعوتِ فکر وعمل	نوجوان فارغینِ مدارس سے کچھ دردمندانہ گذارشات	مولانا یحییٰ نعمانی ندوی زید فضلہ	۲۸
تعاقب فرق ضالہ	قرآن اللہ کا کلام ہے نہ کہ۔۔۔۔۔۔۔،	مولانا محمد کبیر الدین قاسمی	۳۷
نقوشِ رفتگاں	حضرت مولانا حمید احمد صاحبؒ حیات وخدمات۔۔	محترم اکرم ترمذی صاحب زید مجدہٗ	۴۱
درس عبرت	اُمرائے سلطنت کی نیلامی	محترم ابوالعباس خان	۴۶
فقہ وفتاویٰ	احرام سے متعلق چند احکام	ادارہ	۴۸
خبرنامہ	عالمِ اسلام کی خبریں	ادارہ	۵۰

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ادارہ

درسِ قرآن

کچھ شعائر کی پامالی ہم سے بھی ہو رہی ہے

مولانا محمد عبدالقادر فرید قاسمی*

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ (سورۃ المائدہ:۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی مت کرو۔

تشریح: شعائر جمع ہے شعیرۃ کی، صاحب روح المعانی نے اس کا معنی اور تعریف یوں لکھی ہے ماندب الشرع الیہ وامر بالقیام بـــہ، شریعت نے جن اعمال کے کرنے کا مطالبہ اور جن اوامر کے قیام کا اور نواہی سے اجتناب کا حکم دیا ہے اس کو شعائر اللہ کہتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے شعائر اللہ کی تفسیر معالم حدود اللہ وامرہ ونہیہ سے کی ہے حضرت ابن عباسؓ نے شعائر اللہ کی تفسیر مناسک الحج سے فرمائی ہے، امام مجاہد نے الصفاء، المروہ، الھدی، البدن سے کی ہے، اور ابن کثیرؒ نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ شعائر اللہ سے مراد محارم اللہ ہے یعنی لا تحلوا محارم اللہ التی حرمھا اللہ تعالیٰ یعنی جن چیزوں کو اللہ کی جانب سے حرمت حاصل ہے اس کی بے حرمتی نہ کرنا بلکہ اس کی تعظیم کرنا۔

اگرچہ یہ آیت مناسک حج کے ساتھ خاص ہے لیکن شعائر میں اللہ تعالیٰ کے تمام حدود واحکامات اس کے اور اوامر ونواہی نیز ہر وہ چیز جو دین کی علامت سمجھی جاتی ہے سب اس میں داخل ہے۔

مذکورہ آیت کے جزئیہ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے شعائر اللہ کی بے حرمتی کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ سرے سے اللہ کے احکامات کو نظر انداز کر دیا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ ان احکامات پر عمل تو کریں لیکن پورا نہ کریں، تیسری صورت یہ ہے کہ مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شعائر اسلام کن اعمال وافعال کو کہا جاتا ہے خود حضرت کی وضاحت یہ ہے کہ شعائر اسلام ان اعمال وافعال کو کہا جائے گا جو عرفاً مسلمان ہونے کی علامت سمجھے جاتے ہیں اور محسوس ومشاہد ہیں جیسے نماز، اذان، حج، ختنہ اور سنت کے موافق داڑھی رکھنا وغیرہ۔

*استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

مذکورہ آیت میں صاحب ایمان بندوں کو مخاطب بنا کر شعائر اللہ کی حرمت وتعظیم کا مکلف بنایا گیا ہے، اس میں کافروں سے خطاب نہیں ہے کہ اے کافرو! تم اللہ کے شعائر کی بے حرمتی مت کرو، اگر وہ بے تعظیمی کرتے ہیں تو اہل ایمان کا فرض بنتا ہے وہ شعائر اللہ کا دفاع کرنے کے لئے آگے آئیں اور مستحسن طریقہ سے معالم دینیہ اور مظاہر اسلامیہ کا دفاع کریں کیونکہ شعائر اللہ کی حرمت کی حفاظت مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے چہ جائے کہ شعائر اللہ ہی خطرہ میں پڑ جائے تو اس کی حفاظت کی ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے وہ اس لئے کہ مسلمانوں کی شناخت ان شعائر اسلام میں ہی مضمر ہے اور اگر یہ شعائر ہی نہ ہو تو پھر مسلمانوں کا تشخص عرفی ہی ختم ہو جائے گا

شعائر اسلام میں سے ایک اذان بھی ہے جس کو لے کر ملک میں اُبال بھونچال برپا ہے ہر کس وناکس اس بحث میں حصہ لے رہا ہے، کوئی تو اپنے مخصوص تیور سے اذان کا دفاع کر رہا ہے، کوئی جاھلانہ انداز میں تو کوئی اپنے مسجد کے منبر کو استعمال کر رہا ہے یہ طریقہ جو اذان کے دفاع کے لئے اپنایا گیا ہے وہ بہتر ہے یا نہیں؟ اس کا فیصلہ تو ہمارے اکابرین کریں گے، سردست ہم کو یہاں یہ دیکھنا ہے کہ جب شعائر اللہ میں اذانِ کو بھی شمار کیا گیا ہے تو اس کی بے حرمتی کی تین صورتیں (جن کا ابھی ذکر ہوا ہے) کہ کہیں ہم بھی ان میں سے کسی صورت کو اپنا کر شعائر اللہ کی بے تعظیمی کرنے والوں میں شمار تو نہیں ہو رہے ہیں؟ اور اگر ہم ہی ان شعائر کی بے تعظیمی کر رہے ہیں اپنے افعال سے اور اپنی زبان حال سے تو پھر اوروں سے کیا شکوہ؟ اذان اللہ کی طرف سے ایک ندا ہے کہ لوگو! آجاؤ کامیابی کی طرف جس دنیا میں تم کامیابی تلاش کر رہے ہو وہ اس نماز کے اندر رکھی ہے دن ورات میں پانچ مرتبہ یہ آواز ہمارے کانوں سے ٹکراتی ہے بعض باتوفیق بندے اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے عملاً جواب دیتے ہیں ''غلام حاضر ہے'' اور اکثر لوگ اس سے غافل رہتے ہیں، بعض مسلمان ایسے بھی ہیں جن کی عمریں بیت جاتی ہیں وہ نہ نماز ادا کرتے ہیں نہ مساجد کا رخ کرتے ہیں؟ ہم جس جرم کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں اپنی غیرت ایمانی کا ثبوت دے رہے ہیں سلام ہے ان بلند جذبوں اور حوصلوں کو لیکن تصویر کا جو دوسرا رخ ہے وہ یہ کہ ہم بھی اسی جرم میں برابر کے شریک ہیں۔

ہمارے لئے افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض غیر مسلم تو اذان کے دفاع میں آکر یہ کہتے ہیں کہ ہم کو اذان کا انتظار رہتا ہے اس لئے کہ وہ ہمارے تسکین قلب کا ذریعہ ہے غور کرنے کا مقام ہے ایک غیر مسلم کو تو اذان سے دل کو سکون وقرار مل رہا ہے اور ایک ہم مسلمان ہیں کہ کان پر جوں نہیں رینگتی، اگر کوئی غیر ہم سے ہماری دین داری کے بارے میں سوال کر لے تو ہمارے پاس ندامت سے سر جھکانے کے سوا کوئی جواب نہیں ہے۔

لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے ہم شعائر اللہ کی حرمت بجالانے والے بن جائیں اپنے عمل سے دنیا کو بتلائیں کہ مسلمان صرف کہتا ہی نہیں بلکہ وہ خود بھی ان شعائر اسلام کا تحفظ اور اس کی تعظیم عملاً بھی کرتا ہے۔

درسِ حدیث

رمضان کی فضیلت

حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ العالی*

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان اول لیلۃ من شھر رمضان صفدت الشیاطین و مردۃ الجن وغلقت ابواب النار فلم یفتح منھا باب وفتحت ابواب الجنۃ فلم یغلق منھا باب مناديا باغی الخیر اقبل وباغی الشر اقصر ولله عتقاء من النار وذالک کل لیلۃ.. (رواہ الترمذی، رقم الحدیث: 1960)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات بیڑیوں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں (مردۃ الجن عطف تفسیری ہے یعنی شیاطین الجن جکڑ دیئے جاتے ہیں، شیاطین الانس نہیں جکڑے جاتے، یہ بات سمجھانے کے لئے عطف تفسیری لایا گیا ہے) اور جہنم کے دروازے بھیڑ دیئے جاتے ہیں، پس ان میں سے کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، پس ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں رہتا، اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے: اے بھلائی کے چاہنے والے! آگے بڑھ، اور اے برائی کے چاہنے والے! رک جا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے (گنہ گار) بندوں کو جہنم سے رہائی دی جاتی ہے (یعنی ان کی مغفرت کا فیصلہ کیا جاتا ہے) اور یہ (رستگاری کا فیصلہ) ہر رات ہوتا ہے۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب رمضان شروع ہوتا ہے تو خیر کے تمام اسباب بروئے کار آتے ہیں اور شر کے اسباب مسدود کر دیئے جاتے ہیں، چنانچہ جنت کے ـــــ جو کہ رب ذوالجلال کی صفت رحمت کا مظہر ہے ـــــ سب دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، پس اس کے اثرات دنیا میں پھیلتے ہیں، اور جہنم کے ـــــ جو کہ اللہ کی صفت غضب کا مظہر ہے ـــــ سب دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، تاکہ اس کا اثر نہ پھیلے۔ اور فرشتے زمین میں پھیل جاتے ہیں، اور نیک کاموں کا الہام کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے صالح اور

* شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

اطاعت شعار بندے طاعات وحسنات میں مشغول ومنہمک ہوجاتے ہیں ،وہ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور ذکر وتلاوت میں گذارتے ہیں اور راتوں کا بڑا حصہ تراویح ،تہجد، دعا اور استغفار میں خرچ کرتے ہیں، اوران کے انوار وبرکات سے متأثر ہوکر عام مؤمنین کے قلوب بھی رمضان میں عبادات اور نیکیوں کی طرف راغب ہوجاتے ہیں، اور بہت سے گناہوں سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں۔

اور یہ سب اہتمام اس وجہ سے ہوتا ہے کہ رمضان عبادتوں کا خاص مہینہ ہے اور یہ دستور زمانہ ہے کہ جب کوئی اہم دن آتا ہے تو اس کے لئے ضروری انتظامات کئے جاتے ہیں، تمام شر پسندوں کو بند کر دیا جاتا ہے تا کہ وہ تقریب میں رخنہ نہ ڈالیں (تقریب ختم ہونے کے بعد ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے) اور ہمنواؤں کو ہر طرف پھیلا دیا جاتا ہے، چنانچہ رمضان میں شیاطین اور سرکش جنات بند کر دیئے جاتے ہیں اور فرشتے زمین میں پھیل جاتے ہیں۔

فائدہ (۱) کفار اور خدا ناشناس لوگ جو رمضان اور اس کے احکام وبرکات سے کوئی سروکار نہیں رکھتے ، ظاہر ہے اس قسم کی بشارتوں کا ان سے کوئی تعلق نہیں اور جو بعض مسلمان رمضان میں بھی گناہوں میں غوطہ زن رہتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ شر کے تمام اسباب مسدود نہیں ہوجاتے ،بعض اسباب باقی رہتے ہیں ۔مثلاً شیاطین الانس کھلے رہتے ہیں، نیز انسان کا سب سے بڑا دشمن نفس جو اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے ساتھ لگا رہتا ہے، جب خدا فراموش اور غفلت شعار لوگ گیارہ مہینے شیطان کی پیروی پر مطمئن رہتے ہیں تو رمضان کے آنے پر ان کی زندگیوں میں پوری طرح تبدیلی نہیں آتی ۔مگر رمضان میں عموماً اہل ایمان کا رجحان ومیلان خیر وسعادت والے کاموں کی طرف ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے غیر محتاط اور آزاد منش لوگ بھی رمضان میں اپنی روش کچھ بدل لیتے ہیں اور یہ ملا اعلیٰ کی اس نداء کا اثر ہے جو کہ وہ رمضان میں ہر گھڑی اور ہر آن دیتے رہتے ہیں۔

فائدہ (۲) صفدت الشیاطین :(شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں) یہ آدھا مضمون ہے دوسرا آدھا یعنی فرشتے زمین میں پھیلا دیئے جاتے ہیں ،فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا گیا ہے اور قرینہ سیاق ہے یعنی آئندہ مضمون میں متقابلات (جنت وجہنم) کا تذکرہ ہے، اور کبھی قرینہ سباق یعنی پہلے ہوتا ہے، جیسے سورۂ آل عمران آیت ۲۶ میں ہے: بیدك الخیر یعنی بھلائی آپ کے اختیار میں ہے، اس کا باقی مضمون ہے ''اور برائی کے مالک بھی آپ ہیں'' اور یہاں قرینہ سباق یعنی پہلے آنے والے متقابلات (دینا لینا اور عزت وذلت) ہیں۔

(ماخوذ: تحفۃ الالمعی شرح ترمذی: ۳/ ۴۷)

پیش گفتار

سب سے بڑی دعوت اور اس کے حاملین

(ایک دردمندانہ دعوتِ فکر)

بہ قلم: مدیر

متولیان مساجد اور صدورِ مجالس کی خدمت میں خصوصیت کے ساتھ اور تمام مسلمانوں اور مُصلیوں سے بالعموم عرض ہے کہ مساجد، اذانیں اور نمازیں ـــــ جیسا کہ سب ہی مسلمانوں کو معلوم ہے ـــــ شعائرِ اسلام میں سے ہیں؛ شعائر شعیرۃ کی جمع ہے اور علامت و پہچان کو کہا جاتا ہے، جو چیزیں اسلام کا شعار اور علامت مانی گئی ہیں اُن کا اسلام میں بڑا احترام ہے اور مسلمانوں کو اُن کی عزت و حرمت ملحوظ رکھنے کا پابند بنایا گیا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (سورۃ الحج:۳۲)

اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے، تو یہ بات دِلوں کے تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (سورۃ الحج:۳۰)

اور جو شخص اُن چیزوں کی تعظیم کرے گا جن کو اللہ نے حرمت دی ہے، تو اُس کے حق میں یہ عمل اُس کے پروردگار کے نزدیک بہت بہتر ہے۔

شعائرِ اسلام میں اذان کو بڑی اہمیت حاصل ہے، کیوں کہ وہ اسلام کے سب سے بڑے رکن اور سب سے بنیادی حکم کی طرف بُلاوا ہے، اذان اور مؤذن کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

- مؤذن کی آواز جہاں تک پہونچتی ہے وہاں تک کے شجر و حجر اور ہر شئ قیامت کے دن گواہی دیں گے۔

(بخاری و مسلم)

● مؤذن کی آواز جہاں تک پہونچتی ہے وہاں تک کی ہر کچی پکی چیز اس کے واسطے دعائے مغفرت کرتی ہے۔(مسند احمد)

● مؤذن کو اُن سب لوگوں کی نمازوں کا اجر ملتا ہے جنہوں نے اس کی آواز پر جماعت میں شرکت کی۔ (مسند احمد)

● آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے مؤذن کے لئے مغفرت کی دعا مانگی ہے۔(ابوداؤد)

● قیامت کے روز سب سے اونچے نظر آنے والے مؤذن ہی ہوں گے۔(مسلم)

● اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے بندوں میں سب سے محبوب بندے مؤذنین ہیں جو بروقت اذان دینے کے لئے شمس وقمر کی نگرانی کرتے رہتے ہیں، یعنی اوقاتِ نماز کا دھیان رکھے ہوئے ہیں۔(طبرانی)

● مؤذن کو یہ شرف حاصل ہے کہ جب وہ قیامت کے دن اپنی قبر سے اٹھے گا تو اذان کہتے ہوئے اُٹھے گا۔(طبرانی)

● مؤذن قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر اس طرح ہوں گے کہ اولین وآخرین اُن کے اس مقام پر رشک کررہے ہوں گے۔(ترمذی)

● اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت سے اخلاص کے ساتھ اذان کہنے والے لوگ قیامت کی دہشت سے مدہوش نہیں ہوں گے، اُن کا حساب بھی نہیں ہوگا اور وہ لوگوں کے حسابات سے فارغ ہونے تک مشک کے ٹیلوں پر بےفکر ومطمئن بیٹھے ہوں گے۔(طبرانی)

● ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا عمل دریافت کیا جو اسے جنت میں داخل کرادے تو آپ نے اس کو مؤذن بن جانے کے لئے فرمایا۔(بخاری فی التاریخ)

● ذمہ داری کے احساس کے ساتھ اذان کہنے والا شخص (ثواب کے اعتبار سے) اس شہید کی طرح ہے جو خاک وخون میں لتھڑا ہوا ہو۔(الترغیب والترہیب)

● جو شخص بارہ برس تک اخلاص کے ساتھ اذان کی خدمت انجام دیتا رہا اس کے لئے جنت واجب ہے، اس کے لئے اذان کی بدولت یومیہ ساٹھ نیکیاں اور اقامت کی برکت سے تیس یعنی ۹۰ نیکیاں محض اس عمل پر لکھی جاتی ہیں۔(ابن ماجہ)

یہ اور ان جیسے بہت سے فضائل ہیں، ان سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اذان کہنا کتنا مبارک عمل ہے اور مؤذن کے کس قدر فضائل ہیں؛ اور کیوں نہ مبارک عمل ہوتا جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت وپکار اور مذہبِ اسلام کا شعار ہے، اسی کی برکت سے دن میں پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے بندے اُس کے گھر

(مسجد) میں جمع ہو کر اُخوت واتحادِ اسلامی کا ثبوت دیتے ہیں، اپنی جبینِ عجز و نیاز اس کے اقدامِ قدرت و کبریائی میں رکھ دیتے ہیں، جو بندگی کی انتہا اور بندوں کی معراج ہے۔

جب اذان کہنا اسلامی شعار اور آثار کی طرف سے پکار رہے کہ "اے غلامو! آجاؤ اور فوز و فلاح لے جاؤ"[1] تو ہماری نگاہ میں اذان اور مؤذن کا مقام واحترام بھی اسی اعتبار سے ہونا چاہئیے، بارگاہ جتنے بڑے کریم کی ہوگی اس کا منادی بھی اتنا وقیع اور لائقِ تعلق واحترام ہوگا؛ نیز خود اس کو بھی آدابِ بارگاہی اور رسوم آگاہی سے اچھی طرح واقفیت وتربیت حاصل ہونا ضروری ہوگا؛ یعنی موذن کو اذان، مسجد، نماز باجماعت کے تمام احکامِ شرعیہ کا علم ہو، وضع وقطع مسنون ہو، اوقات کی معرفت ہو، علانیہ معصیات اور غیر شریفانہ حرکات سے مجتنب ہو، آواز عمدہ اور بلند ہو، کلماتِ اذان کو صحیح طریقے سے ادا کرسکتا ہو، حتیٰ کہ بستی میں اہمیت واہلیت والا ہونے کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہو، چناں چہ کتاب وسنت میں غور کرنے سے مؤذن کے لئے مذکورہ بالا خصوصیات کے حامل ہونے کی ضرورت سمجھ میں آتی ہے، نیز فقہاء نے بھی اِن آداب کو جمع فرمایا ہے، امام بیہقیؒ نے "السُنن الکبریٰ" میں کتاب الاذان کے تحت ایک باب کا عنوان یوں قائم کیا ہے:

لا یوذن الا عدل ثقة للاشراف علی عورات الناس و اماناتهم علی المواقیت

پھر اس عنوان کے تحت ایسی حدیثیں نقل کی ہیں جو مؤذن کی اہلیت وقابلیت کی نشان دہی کرتی ہیں، مثلاً

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے۔ اے اللہ! ائمہ کی صحیح راہنمائی فرما اور مؤذنین کی کمی کوتاہی کو معاف فرما۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دیکھو! تمہارا موذن تم میں سے سب سے بہتر شخص ہو اور تمہارا امام قرآن کو زیادہ جاننے والا ہو"۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مؤذنین لوگوں کی نمازوں اور سحر وافطار کے ذمہ دار وامین ہیں۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے ایک قبیلے والوں سے فرمایا: "اپنی مسجد کے لئے قبیلے کے سب سے افضل آدمی کو موذن بناؤ"۔
- حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک علاقے کے لوگ آئے تو انہوں نے اُن سے دریافت کیا کہ تمہارے علاقے میں کیسے لوگ مؤذن رکھے جاتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہمارے غلام اور خدام اذان کہتے ہیں، حضرت عمرؓ نے ان کا جملہ طنزاً دہرایا اور ارشاد فرمایا "یہ تم لوگوں کی بہت بڑی غلطی ہے، میں خلافت کی ذمہ داریوں کے

---

[1] اذان کا مفہوم حضرت حکیم اختر صاحبؒ نے کچھ اسی طرح پیارے انداز میں بیان فرمایا تھا۔

ساتھ اذان کی ذمہ داری نباہ سکتا تو خود ہی اذان کہا کرتا"۔

دیکھئے! یہ احادیث ہم سے اذان اور مؤذن کے سلسلے میں کس اہتمام کا مطالبہ کر رہی ہیں، واقعہ یہ ہیکہ اگر ہم کو اس منصبِ جلیل کی صحیح معرفت ہوتی تو ہم میں سے ہر ایک شخص اس کا حریص ہوتا اور اذان کہنے کو اپنے لئے سعادتِ عظمیٰ قرار دیتا؛ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

- اگر لوگ اذان کہنے اور صفِ اول کو پانے کی فضیلت اور اس کے اجر کو جان لیتے تو ان اعمال کے لئے اُن میں تنافس پیدا ہو جاتا جس کی وجہ سے قرعہ اندازی کی نوبت آجاتی۔ (بخاری و مسلم)
- لوگ اگر اذان کہنے کی فضیلت و شرف سے صحیح طور پر واقف ہوتے (اور اس کی اہمیت کو سمجھ سکتے) تو اذان کہنے کا شرف حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر تلواریں اُٹھ جاتیں۔ (مسند احمد)

اس کے بالکل برخلاف ہمارے علاقوں میں اذانوں اور مؤذنین کا حال یہ ہو گیا ہے کہ علماء، صلحاء، اور شرفاء اذان کہنے کو ـــــ نعوذ باللہ ـــــ تیسرے درجے کا کام سمجھتے ہیں، رفتہ رفتہ صورت حال یہ ہو گئی کہ اگر مؤذن نہ ہو اور وہاں دینی اور دنیوی شرف رکھنے والے موجود ہوں تو کوئی بھی اذان کہنے کے لئے آگے نہیں بڑھتا مدارسِ دینیہ اور جامعاتِ اسلامیہ کی مساجد میں تک دیکھا نہیں جاتا کہ کسی شیخ الحدیث کو، کسی مہتمم کو، کسی بڑے منصب دار کو اذان کہنے کا شوق ہو اور وہ موقع کی تلاش میں ہو، اب دیگر میدانوں کے بڑے لوگوں کا کیا کہنا؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک عرصے سے ہمارے ہاں اذان کے منصبِ جلیل پر ـــــ الا ماشاء اللہ ـــــ ریٹائرڈ سرکاری ملازم وہ بھی کم پڑھا لکھا، بستی کا سب سے افقر و محتاج شخص، یا ضعفاء و لاچار لوگ فائز کئے جاتے ہیں، جو نہ کلماتِ اذان کا تلفظ ہی صحیح کر پاتے ہیں، نہ صحت و تندرستی ساتھ دیتی ہے، نہ احکام و مسائل سے واقف ہوتے ہیں نہ ہی حُلیہ مسنون ہوتا ہے، نہ کپڑے ہی صحیح ہوتے ہیں بے چارے غریب جو کچھ متولیوں کی جانب سے مل جاتا ہے اسی پر قناعت کر کے اور اُن کی ہر کڑوی کسیلی برداشت کر کے اپنی روٹی روزی کا سامان کئے ہوئے ہیں۔

اس عام صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ مؤذن بننا اور اذان کہنا اشرافِ اُمت کے بجائے اراذلنا بادی الرای کا پیشہ بن گیا، اور ان کی طرف نسبت ہو جانے کی وجہ سے اس عظیم و بابرکت اور عنداللہ محبوب عمل میں علماء، صلحاء، شرفاء، اور ذی حیثیت و باصلاحیت لوگوں کو ذرا دل چسپی نہ رہی بلکہ ـــــ اللہ معاف فرمائے ـــــ اس مبارک عمل سے اِبا و انکار ہو گیا۔

آج روزانہ پانچ وقت مساجد کے عظیم الشان میناروں اور بلند بانگ آلوں سے جو طرح طرح کے گیت گانے اور نہایت ہی مکروہ و بھونڈی آوازیں گونج رہی ہیں وہ شوکتِ اسلام کا عنوان تو کیا بنتیں رہی سہی کسر بھی

ختم کرتی دکھائی دیتی ہیں، واقعہ یہ ہے کہ غیر مسلموں کو بھی جو ناگواری ہوتی ہے وہ انہی بھونڈے پکاروں کی وجہ سے ہوتی ہے، ورنہ اذان سے تو قلوب میں عظمتِ الٰہی موجِ زن ہو جاتی ہے اور شیاطین کو اتنی دیر تک جب تک کہ اذان کہی جارہی ہو کسی کے دل میں وسوسہ ڈالنے کی جرأت بھی نہیں ہوتی۔

بہت عرصے سے جی چاہتا تھا کہ متولیانِ وصدورِ مساجد کی خدمت میں یہ دردمندانہ گذارش کی جائے؛ قریب ہی کے ایک سفر میں نہایت غلط تلفظ اور مکروہ آواز میں اذان سُن کر برجستہ یہ مضمون لکھنا شروع کر دیا تھا، اور اسی کو کچھ اضافے کے ساتھ اشرف الجرائد کے اداریئے میں شائع کر رہا ہوں، اس امید پر کہ ہر علاقے کے ذمہ دار و سمجھدار احباب اس پیغام کو متولیانِ مسجد تک پہونچانے اور جاریہ نظم کو بدلنے کی فکر فرمائیں گے۔

ضرورت ہے کہ اب اذان کے منصبِ جلیل کی اہمیت قلوب میں پیدا ہو جائے، اور جس طرح امامت و خطابت کے لئے اچھے قراء اور اچھے خطباء تلاش کر کے تقرر کئے جاتے ہیں اور ماشاء اللہ اکثر مساجد کے محرابوں سے عربی لہجوں میں باتجوید قرآن کریم سُن نے کو مل رہا ہے، جو خشوع وخضوع اور تأثر قرآنی کے حصول کا سبب بن رہا ہے اسی طرح اذان کہنے کے لئے بھی علماء، قراء، اور وجیہہ اصحاب کا انتخاب کیا جائے، ایسا نہیں ہے کہ لوگ نہیں ملیں گے؛ ضرور ملیں گے مگر اس کے لئے تین کام کرنے ہوں گے۔

۱۔ ان کے ساتھ عزت واکرام کا معاملہ کیا جائے، ۲۔ ان کو ہمہ مقصدی طور پر (ملٹی پرپز) استعمال نہ کیا جائے، ۳۔ ان کا حق الخدمت معیاری اور اطمینان بخش مقرر کیا جائے۔

متولیانِ مساجد اور صدور کمیٹی تولیت وصدارت کو پھولوں کا ہار اور عزت کی کُرسی سمجھنے کے بجائے جواب دہی کے احساس اور شرعی ذمہ داری کے لحاظ کے ساتھ کام کریں تو یقیناً تبدیلی آسکتی ہے، مسجد کی در و دیوار اور ظاہری شان بھی عمدہ ہونی چاہیئے لیکن اس سے زیادہ عمدہ اذان ونماز کا انتظام ہونا چاہیئے؛ اس کے لئے عمدہ اور قابل اسٹاف کا انتخاب کرنا چاہیئے، آخر ظاہری ڈھانچے کے لئے ماشاء اللہ ہمارے متولیان اچھے آرکٹیکچر، اچھے انجینئر، اچھے میٹریل، خوبصورت ڈزائن اور بہترین صفائی وغیرہ کے مثالی نمونے پیش کر رہے ہیں تو اس میں ہونے والے اعمال کے معیاری اور مطالبۂ شرع کے موافق ہونے کے لئے تو بدرجۂ اولیٰ فکر کرنی چاہیئے؛ اور اس سلسلے میں جو عوارض وموانع سمجھ میں آتے ہیں اس کے لئے مقامی علماء کرام سے صلاح ومشورہ کر لینا چاہیئے، نیت اگر خالص ہو تو اللہ تعالیٰ سب مشکلات کا حل نکال ہی دیتے ہیں۔ حق تعالیٰ توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

لہ امام شافعیؒ کے نزدیک تو اذان کہنا امامت کرنے سے افضل عمل ہے، اگرچہ جمہور امامت کی افضلیت کے قائل ہیں، تاہم ایک امامِ مجتہد کا یہ تأثر اس عمل کی وقعت کو سمجھنے میں مددگار نہیں رہے گا؟۔

گوشۂ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا:

یہ سیدہ طاہرہ ''ہند بنت امیہ'' مخزومیہ ہیں، یہ خالد بن ولید اور ابوجہل بن ہشام کی چچا زاد بہن ہوتی ہیں۔ان کے والدہ محترمہ کا نام عاتکہ بنت عامر کنانیہ تھا، ان کی پرورش و پرداخت سادات قریش کے ایک گھرانے میں ہوئی، ان کے تینوں بھائیوں عامر، عبداللہ اور مہاجر نے اسلام قبول کیا۔

یہ اولین ہجرت کرنے والوں میں شامل ہیں، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل ایک صالح ونیک شخص اپنے رضاعی بھائی ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی کی زوجیت میں تھیں۔انہوں نے اوّلا اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی ہجرت کی، پھر مدینہ منورہ آئیں، ان کے شوہر کا غزوہ احد میں لگے زخم کی وجہ سے سن ۴ھ میں انتقال ہوگیا۔

فقیہ خاتون

ان کے والد نہایت سخی لوگوں میں شمار ہوتے تھے، وہ ''زادالراکب'' کے لقب سے ملقب تھے، یعنی جوان کے ساتھ سفر میں ہوتے ان کو زادراہ اپنے ساتھ رکھنے کی ضرورت نہ ہوتی، وہ زادراہ کا تحمل کرتے، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام حذیفہ تھا، (جن حضرات نے آپ کو ''رملہ'' کے نام سے موسوم کیا ہے وہ ان کا وہم ہے، وہ تو ام المؤمنین ''ام حبیبہ'' رضی اللہ عنہا کا نام ہے) حضرت ام سلمہؓ فقہاء صحابیات میں شمار ہوتی ہیں، ان سے کئی ایک روایات مروی ہیں۔

عورت اپنے آخری شوہر کے ساتھ جنت میں ہوگی:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی زوجہ محترمہ سے کہا: اگر تم کو یہ پسند ہے کہ تم جنت میں میری بیوی رہو تو میرے بعد کسی سے نکاح نہ کرنا؛ چونکہ عورت اپنے آخری شوہر کے ساتھ جنت میں ہوتی ہے؛ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ازواج مطہرات کے لئے آپ کے بعد کسی سے نکاح حرام کیا گیا؛ چونکہ یہ جنت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج طاہرات ہوں گی۔

شوہر اپنے بعد اپنی بیوی کے لئے نیک شوہر کی دعا کرتا ہے:

زیاد بن ابی مریم کہتے ہیں کہ ام سلمہ نے ابوسلمہ سے کہا: اگر کسی عورت کے جنتی شوہر کا انتقال ہو جاتا ہے اور وہ اس کے بعد کسی سے نکاح نہیں کرتی تو اللہ عزوجل دونوں کو جنت میں اکٹھا فرماتے ہیں، اس لئے میں آپ سے یہ معاہدہ کرتی ہوں کہ میں آپ کے بعد کسی سے نکاح نہیں کروں گی، ابوسلمہ نے کہا: کیا تم میری بات مانو گی؟ ام سلمہ نے کہا: ہاں، فرمایا: میرے انتقال کر جانے کے بعد تم نکاح کر لینا، پھر فرمایا: اے اللہ! ام سلمہؓ کو میرے بعد مجھ سے بہتر مرد (شوہر) نصیب فرمایا، جو اسے غم نہ دے، اسے اذیت اور تکلیف نہ پہنچائے، جب ابوسلمہ کی وفات ہوگئی تو میں نے کہا: ابوسلمہ سے بہتر کون ہوسکتا ہے؟ تھوڑے ہی وقفے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لا کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے یا ان کے بیٹے کے سامنے پیغام نکاح دیا، تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حوالے سے جواب دیتی ہوں، یا میں اس پیغام نکاح کا اپنے عیال کے سامنے ذکر کرتی ہوں، پھر دوسرے دن نکاح ہو گیا۔

شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت کیا کہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فرماتی ہیں: جب ابوسلمہ کی وفات ہوگئی، تو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئی، میں نے کہا: میں اس موقع سے کیا کہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوں کہو: ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ، وَاعْقِبْنِیْ مِنْهُ عُقْبٰی صَالِحَةً'' چنانچہ میں نے ایسے ہی کہا: تو اللہ عزوجل نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل میں اس کا بہترین بدل عطا فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ام سلمہؓ کو پیغام نکاح:

ثابت سے مروی ہے کہ عمر بن ابی سلمہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی عدت مکمل ہوگئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو پیغام نکاح دیا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغام نکاح دیا تو فرمایا: مبارک ہو، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بتلایا کہ وہ نہایت غیرت مند ہیں، اور میرے بچے ہیں، میرا کوئی ولی بھی موجود نہیں ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے یہاں یہ پیغام بھیجا کہ: تمہارا یہ کہنا کہ میں صاحب اولاد ہو، اللہ عزوجل تمہاری بچوں کی کفایت و کفالت کرے گا، تمہارا یہ کہنا: میں بہت زیادہ غیرت مند ہوں، میں اللہ عزوجل سے تمہاری غیرت کے لئے دعا کرتا ہوں، تمہارے اولیاء واقرباء سب میرے تعلق سے راضی ہوں گے۔ پھر حضرت ام سلمہ نے اپنے بیٹے عمر بن سلمہؓ سے کہا کہ میرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کروادو۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ میں نے تمہاری بہنوں (اپنی بیویوں) کو جو کچھ دیا ہے تمہیں بھی اس سے کم نہیں دوں گا، دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی مرحمت فرمایا: (صحیح ابن حبان، ذکر الأمر بالاسترجاع لمن أصابته مصیبة، حدیث: ۲۹۴۹)

حضرت ام سلمہؓ نہایت ذی رای اور زیرک خاتون

مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے مروی فرماتے ہیں: کہ ام سلمہ رات کے اول حصہ میں دلہن بن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دولت کدے میں آئیں اور صبح چکی پیسنے لگیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شوال سن چار ہجری کے اوائل میں نکاح فرمایا اور بناء فرمائی، یہ نہایت حسین وجمیل اور اعلی واشرف نسب کی حامل خاتون تھیں۔

حضرت ام سلمہؓ نہایت زیرک، دانا اور ذی رائے خاتون تھیں؛ جسے اس واقعہ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے؛ صلح حدیبیہ کا موقع ہے، سارے صحابہؓ تقریباً پندرہ سو کی تعداد میں ساتھ ہیں، کفار ومشرکین نے آپ کو اور آپ کے اصحابؓ کو عمرہ کرنے سے روک دیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدائی بصیرت، دور اندیشی سے بظاہر دب کر کفار سے صلح فرمالی، سارے صحابہؓ طبعی طور پر غمزدہ تھے، صلح نامہ لکھے جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا "قوموا فانحروا" اُٹھو اور اپنے جانور ذبح کر کے واپس چلو؛ لیکن تین مرتبہ کہنے پر بھی نڈھال صحابہؓ نہ اُٹھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امّ سلمہؓ کے پاس آکر صحابہؓ کے اس طرز عمل کا ذکر کیا تو حضرت ام سلمہؓ نے نہایت حسن ظن اور مزاج فہمی کے ساتھ یہ رائے دی کہ آپ ان سے کچھ نہ کہئے، کھڑے ہو کر اپنا اونٹ ذبح کر دیجئے اور حلق کرا لیجئے، "اخرج، ثم لا تکلّم احدًا منهم کلمة حتی تنحر بدنک وتدعوا حلّاقک فیحلقک" (بخاری: باب الطیب للجمعة: حدیث: ۱۰۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی رائے قبول کی، چنانچہ ایسے ہی ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امّ سلمہ کے کہنے کے مطابق باہر نکل آئے، اپنی قربانی کی اور احرام اتارنے کیلئے بال منڈھوائے، تو سب نے قربانیاں کی اور احرام اتارا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وراثت:

ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ سے تین اولاد، عمر، سلمہ اور زینب تھیں، جو بعد چل کر بڑے عالم، محدث وفاضل ہوئے، اور بطور ترکہ وورثہ کی چند احادیث رسول چھوڑیں۔

حضرت حسین کی شہادت کا ان پر اثر:

حضرت حسینؓ کے واقعہ شہادت تک حیات رہیں، اس خبر کو سن کر بے ہوش ہوگئیں، اور اس واقعہ پر بہت

زیادہ غم سے نڈھال ہوگئیں، اس واقعہ کے بعد تھوڑے ہی دن حیات رہیں اور جوار رحمت میں پہونچ گئیں۔

امہات المومنین میں سب سے آخر میں انتقال کرنے والی:

ام سلمہؓ امہات المؤمنین میں سے سب سے اخیر میں انتقال فرمائیں، ان کی تقریبا نوے سال عمر ہوئی، ان کی وفات سن ۶۱ ھ میں ہوئی۔

(بقیہ صفحہ: ۴۷ سے)

سپاہیوں کو ساتھ لیا اور شیخ کے دروازہ پر حاضر ہوا، دروازہ کھٹکھٹایا، صاحبزادے باہر نکلے، منظر دیکھ کر گھبرا اٹھے، جا کر عرض کیا کہ ابا حضور! آپ کی جان کو خطرہ ہے۔ شیخ نے بے پرواہی سے جواب دیا: بیٹا! تمہارے والد کا ایسا مقدر کہاں کہ اسے شہادت نصیب ہو۔ اور گھر سے باہر تشریف لے آئے۔

نائب السلطنت غصہ میں لال پیلا ہو رہا تھا، سانسیں تیز سے تیز تر ہو رہی تھیں، آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے، شمشیر برہنہ شیخ کی منتظر تھی، لیکن! شیخ کو دیکھتے ہی تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی، جسم پر رعشہ طاری ہو گیا، ساری جمع قوت پل بھر میں کافور ہوگئی، دھڑام سے شیخ کے قدموں میں آ گرا، میرے آقا آپ کیا چاہتے ہیں؟ شیخ نے کہا کہ میں تجھے نیلام کروں گا، اور تجھے فروخت کروں گا۔

اگلے دن عام منادی کی گئی، بازار کھچا کھچ بھر گیا، تاریخ کا یہ عجیب وغریب منظر تھا، بازار میں اب تک غلام بکتے تھے لیکن آج غلاموں کی جگہ امراء وحکام تھے، غلام بنانے والے خود غلام تھے، ایک ایک کو حاضر کیا گیا، ہر ایک پر بولی بولی گئی، البتہ ان کے اعزاز میں ان کے دام بھی بہت لگائے گئے، بڑی بڑی بولی میں انھیں فروخت کیا گیا، جو قیمت حاصل ہوئی اسے رفاہ عام میں خرچ کیا گیا، پھر وہ غلام آزاد ہوئے، اور اپنے عہدوں پر فائز ہوئے۔

یہ واقعہ تاریخ اسلامی کا ایک زریں باب ہے، اسلام کی حقانیت کی دلیل اور اس کی سربلندی کی ایک مثال ہے، بلاشبہ ایسی مثالیں آج بھی قائم ہوسکتی ہیں، مغرور حکومتیں جھک سکتی ہیں، اسلامی احکام نافذ ہوسکتے ہیں، بگڑتے حالات سنور سکتے ہیں، لیکن پہلے ضرورت ہے جذبۂ ایمانی کی، غیرت اسلامی کی، اور خدا کے سامنے خود سپردگی کی، کیونکہ ''من کان للہِ کان اللہ لہ'' (جو اللہ کا ہوا، اللہ اس کا ہوگیا)۔

گوشۂ خواتین

عظیم ماؤں کے باعظمت بیٹے

از: مولانا سراج احمد قاسمی*

اس مضمون میں چند واقعات لکھے جاتے ہیں جن کے پڑھنے سے معلوم ہوگا، کہ زمانہ قدیم میں مسلمان عورتوں نے بیوہ و بے کس ہونے کے باوجود اپنے معصوم و یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف ایسی خاص توجہ دی کہ انھیں دینی علوم میں امام و سردار بنادیا، ان کے دینی مزاج اور ذوق کا بھی اندازہ ہوگا کہ انھوں نے اپنے بچوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم دلوائی اور وہ محدثین مجتہدین اور فقہائے امت کی مائیں بن گئیں، انھیں اس کارنامہ کی بنا پر ایسی عظمت نصیب ہوئی کہ قیامت تک ان کی عظمت کا اعتراف واقرار کیا جاتا رہے گا، ہمارے آج کے دور میں مسلم مائیں اپنے بچوں کو ڈاکٹر، انجینیر، سائنٹسٹ، آرکیٹیکٹ وغیرہ بنانے کی آرزوئیں رکھتی ہیں، مگر محدث، مفسر، مفتی، عالم، حافظ قرآن بنانے کی آرزو سے ان کے دل خالی ہیں۔

امام ربیعۃ الرائے:

جو اپنے وقت کے مشہور محدث اور امام دارالہجرہ حضرت امام مالکؒ اور مشہور بزرگ خواجہ حسن بصریؒ کے استاذ ہیں، ان کے والد فروخ بنوامیہ کے عہد خلافت میں فوج میں ملازم تھے، جس وقت حضرت ربیعۃ الرائے اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے، اس وقت ملک خراسان کو ایک اسلامی لشکر روانہ کیا گیا، فروخ اپنی بیوی کو اخراجات کے لئے تیس ہزار دینار دئے اور بہ حیثیت فوجی خراسان جانے والے لشکر میں شریک ہوگئے، وہ دور اسلامی فتوحات کا دور تھا، مسلمان فرمانروا بحر و بر (خشکی و تری) کو اسلامی پرچم کے نیچے لانے کا مکمل ارادہ کر چکے تھے، فروخ کو اس خراسانی مہم میں ستائیس سال لگ گئے، جب وہ واپس آئے تو جس بچہ کو ماں کے پیٹ میں چھوڑ گئے تھے، وہ علم حدیث کا بڑا امام بن کر مسجدِ نبوی میں حدیث پاک کا درس دینے لگا تھا، قصہ مختصر گھوڑے پر سوار فروخ اپنے وطن مدینہ منورہ لوٹے، گھر پہنچ کر نیزہ کی نوک سے دروازہ کھٹ کھٹایا، اس وقت ربیعۃ الرائے گھر میں ہی تھے، کھٹکا سن دروازہ کھولا اور باہر نکلے، باپ نے نہ بیٹے کو پہچانا اور نہ ہی بیٹے نے باپ کو پہچانا، دروازہ

*مدرس مدینۃ العلوم صدرنا گپور

کھلنے پر فروخ بے تکلف اپنے گھر میں داخل ہونے لگے، ربیعۃ کو یہ دیکھ کر سخت وحشت ہوئی، بولے یَاعَدُوَّ اللّٰہِ (او دشمن خدا) تو بلا اجازت میرے مکان میں کس طرح گھسا جا رہا ہے؟ سپاہی مزاج فروخ جن کی رگوں میں فتح کا جوش ابھی تازہ تھا یہ سن کر طیش آ گیا، پلٹ کر بولے تو دشمن خدا، میرے حرم سرا میں تیرا کیا کام؟ اور تو یہاں کیسے رہتا ہے؟ بات بڑھی تو آواز سن کر خدائی پنچ یعنی پاس پڑوس کے لوگ جمع ہو گئے، امام مالکؒ بھی اپنے استاذ کا معاملہ سمجھ کر آ گئے اور مصلحانہ لہجے میں فروخ سے بولے بڑے میاں آپ کو ٹھہرنا ہی ہے تو دوسرا مکان موجود ہے، اس نرمی نے فروخ کے دل پر اثر کیا اور بولے جناب! میرا نام فروخ ہے اور یہ میرا ہی مکان ہے، ربیعہ کی والدہ نام سن کر باہر نکلیں، اپنے شوہر کو دیکھ کر پہچان لیا، بیٹے ربیعہ سے بولیں یہ تو تمھارے والد ہیں، اب تو باپ بیٹے گلے مل کر خوب روئے، رونے سے جب دل کی حرارت کم ہوئی، گھر میں آئے جوش محبت میں صاف دل باپ نے بی بی سے پوچھا یہ نوجوان میرا ہی بیٹا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں! فروخ جب اطمینان سے بیٹھ گئے تو انھیں وہ تیس ہزار دینار یاد آئے جو خراسان کی جنگ پر رخصت ہوتے ہوئے بیوی کو اخراجات کے لئے دے گئے تھے، بیوی نے کہا گھبرائیے نہیں حفاظت سے رکھے ہیں، اس عرصہ میں حضرت ربیعہؒ تیار ہو کر مسجد نبوی پہنچ گئے اور اپنی مسند درس پر جلوہ افروز ہوئے، پروانہ وار بڑی تعداد میں شاگرد ہر طرف سے گھیر کر بیٹھ گئے جن میں حضرت امام مالکؒ اور خواجہ حسن بصریؒ جیسے لوگ بھی تھے، اِدھر فروخ بھی کھانا وغیرہ اور ضروریات سے فارغ ہو کر نماز عشاء کے لئے مسجد نبوی پہنچے تو وہاں یہ منظر دیکھا اور شوق سے دیر تک دیکھتے رہے، ربیعہ اس وقت سر جھکائے ہوئے تھے، سر پر اونچی ٹوپی تھی، اس لئے ایک بار پھر باپ کو اپنے بیٹے کے پہچاننے میں دشواری ہوئی، فروخ نے لوگوں سے پوچھا یہ شیخ کون ہیں؟ جواب ملا یہ ربیعہ ابن عبدالرحمن ہیں، باپ کی مسرت کا اس وقت اندازہ سوائے عالم الغیب والشھادہ کے کون کر سکتا ہے؟ خوشی میں ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے لَقَدْ رَفَعَ اللّٰہُ اِبْنِیْ (اللہ نے میرے بیٹے کا مرتبہ بلند کر دیا) مسجد نبوی سے فروخ خوش خوش گھر لوٹے تو بیوی سے سارا ماجرا کہہ سنایا، پاک باطن اور نیک خصلت بیوی نے پوچھا آپ کو کیا زیادہ پسند ہے؟ تیس ہزار دینار یا بیٹے کی یہ شان؟ قدردان شوہر نے جواب دیا واللہ میں بیٹے کی اس شان کو زیادہ پسند کرتا ہوں، بیوی نے کہا میں نے وہ دینار آپ کے بیٹے ربیعہ کی تعلیم پر خرچ کئے ہیں، صاف وزندہ دل شوہر بولے وَاللّٰہِ مَا ضَیَّعْتِہٖ (اللہ کی قسم! تم نے وہ مال ضائع نہیں کیا) (تاریخ ابن خلکان، ج ۱ ص ۱۸۳)

اس واقعہ سے اُس زمانہ کی عورتوں کی دین پسندی اور علوم قرآن وحدیث سے شغف ومحبت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، ایک بچہ لمبے عرصہ تک باپ کی تربیت سے محروم ماں کے پاس ہے، اور ماں کے قبضہ میں تیس ہزار

دینار ہیں، یہ دینار ماں بچہ کی ایسی بیش بہا وقیمتی تعلیم پر خرچ کرتی ہے، شیخ وقت بن کر مسجد نبوی میں درس حدیث دے رہا ہے، اور اس کے شاگرد دنیا کے نامور محدث، فقیہ اور زاہد بنے، ہمارے ملک میں اگر اس پندرہویں صدی ہجری کی کسی ماں کے اختیار میں اتنی بڑی رقم اور ایک بچہ دیدیا جائے تو معلوم نہیں صاحبزادے علم واخلاق کی کون سی منزل پر پہنچیں گے؟

امام مالک بن انسؒ:

۹۳ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، اس وقت مدینہ کی فضا علم ودین سے معمور اور باغ وبہار تھی، ربیعہ بن عبدالرحمن کے درس حدیث کا حلقہ مسجد نبوی میں مرجع خلائق بنا ہوا تھا، خود امام صاحبؒ کے گھر میں بھی علم قرآن وحدیث کے چرچے ہوا کرتے تھے، ان کی والدہ ''علیہ بنت شریک'' بڑی فاضلہ عاقلہ اور علم دوست خاتون تھیں، انھوں نے اپنے بیٹے مالک کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی، اور علم دین کے حاصل کرنے کی رغبت دلائی، حضرت امام نافع بن عبدالرحمنؒ جن کی قرأتِ قرآن پر آج تمام دنیائے اسلام کی بنیاد ہے، سب سے پہلے مالکؒ نے کم عمری میں ہی قرآن مجید کی قرأت وتجوید سیکھی، مزید تحصیل علم دین کی خواہش کا انھوں نے اپنی والدہ سے اظہار کیا تو وہ بولیں آؤ! میں تمھیں علماء کا لباس پہنا دوں، پھر والدہ نے کپڑے پہنائے، سر پر سیاہ ٹوپی رکھی اس کے اوپر عمامہ باندھا اور کہا کہ ''ربیعۃ الرائے کی مجلس میں جاؤ اور ان کے علم سے پہلے ان کے اخلاق وآداب سیکھو'' اس وقت امام ربیعۃ الرائے کا درس مسجد نبوی میں ہوا کرتا تھا اور بہت بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوتے تھے، یہی حضرت امام مالکؒ کے پہلے استاذ حدیث ہیں، والدہ کی نگاہ انتخاب ان پر پڑی اور ان کا بیٹا مالک ان کی مجلس سے امام اسلام بن کر اٹھا، امام مالکؒ تقریباً ۹۵ اَساتذہ سے علم حدیث حاصل کئے، یہ سب مدینہ کے رہنے والے تھے، اس طرح مدینہ کا جو علم الگ الگ سینوں میں بکھرا ہوا تھا وہ ایک سینہ میں اکٹھا ہوگیا، صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی وفات کے بعد ان کی علمی درسگاہ کے جانشین حضرت نافعؒ ہوئے اور ان کے انتقال سے جب یہ درسگا سونی ہوئی تو ۱۱۷ھ میں امام مالکؒ نے اسے زینت بخشی، مسلسل باسٹھ ۶۲ سال درس دیئے، تیرہ سو سے زائد لوگوں نے آپ سے حدیث کی روایت کی ہے، ۱۱ ربیع الاول ۱۷۹ھ کو آپ کا انتقال ہوا، یوں آپ کی کئی تصنیفات کا تذکرہ کتابوں میں ملتا ہے مگر ''مُوَطَّا'' سب سے زیادہ مشہور ہے۔

جاری۔۔۔۔۔۔

اصلاحِ معاشرہ

ہماری عبادات اور مائک کا بے جا استعمال

مولانا عبدالعزیز قاسمی*

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کسی انسان کو کسی انسان سے کوئی تکلیف نہ پہونچے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو اسکی بہت زیادہ تاکید کی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْمُسْلِمُ مَن سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَ یَدِہٖ وَ الْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَہُ النَّاسُ عَلٰی دِمَائِھِمْ وَ اَمْوَالِھِمْ (رواہ الترمذی والنسائی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان درازیوں اور دست درازیوں سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس کی طرف سے اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں لوگوں کو کوئی خوف وخطرہ نہ ہو۔ (معارف الحدیث جلد ا ص ۱۴۳)

ایک اور حدیث میں فرمایا: وَ اللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَ اللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَ اللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ وَمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اللہ کی! وہ مومن نہیں، قسم اللہ کی! وہ مومن نہیں، قسم اللہ کی! وہ مومن نہیں، عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون مومن نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور آفتوں سے خائف رہتے ہوں۔ (معارف الحدیث ج ا ص ۱۴۴)

ایک دوسری حدیث میں ہے: مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْآخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَہٗ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو پڑوسیوں کو نہ ستائے۔ (معارف الحدیث ج ا ص ۱۴۴)

حضرات! تکلیف دینے والی چیزوں میں مائک کا بے جا استعمال بھی ہے، مائک پر اذان دینا اس کی ضرورت بھی ہے اور دینا بھی چاہئے کیونکہ اذان کا مقصد نماز کے لئے اللہ کے بندوں کو اللہ کے گھر میں بلانے کی دعوت ہے یہ ہمارا حق بھی ہے اور اس میں صرف تین چار منٹ ہی لگتے ہیں لیکن اذان کے علاوہ دوسری چیزوں

کے لئے مثلاً نعت کا پڑھنا، صلوۃ وسلام کا پڑھنا، وعظ وتقریر کرنا، قرآن کی تلاوت کرنا وغیرہ ان کے لئے باہر آواز پہونچانے والے مائک کی ضرورت نہیں ہے اس کے لئے تو صرف مسجد کے اندر کا مائک ہی کافی ہے۔ رمضان المبارک میں روزہ داروں کو سحری کرنے کے لئے اعلانات کے ذریعہ اٹھاتے ہیں۔ اوران اعلانات کا سلسلہ رات کے دو بجے سے شروع ہوجاتا ہے اور سحری کے ختم تک چلتا رہتا ہے، ہر پانچ دس منٹ پر اعلان کیا جاتا ہے، بعض مسجدوں میں نعت خوانی بھی ہوتی رہتی ہے، اس بلند صوتی کے سبب لوگوں کی نیندیں خراب ہوتی ہیں نتیجۃً لوگوں میں نفرت اور پھر اعتراضات کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ بعض مسجدوں میں تراویح کی نمازیں بھی باہر آواز پہونچانے والے مائک لگا کر پڑھی جاتی ہیں جس سے تکلیف پہونچنے کے ساتھ ساتھ دو چیزوں کی خلاف ورزی بھی ہوتی ہے ایک تو قرآن نہ سننے کی، دوسرے سجدہ کی آیت سنکر سجدہ نہ کرنے کی سجدہ کی، آیتِ سجدہ سنکر سجدہ واجب ہوجاتا ہے چاہے سننے کا ارادہ ہو یا نہ ہو، جو لوگ مسجد سے باہر گھوم پھر رہے ہیں نہ تو قرآن کو سنتے ہیں نہ سجدہ کی آیت پر سجدہ کرتے ہیں اس کا گناہ کس پر ہوگا؟ محلے میں مسلمان بھی رہتے ہیں اور غیر مسلم بھی رہتے ہیں بوڑھے اور ضعیف بھی رہتے ہیں جن پر روزہ فرض نہیں ہے ہم اپنے اعلانات کے ذریعہ سب کی نیندیں خراب کرتے ہیں حالانکہ جس کو روزہ رکھنا ہے وہ خود ہی اپنے اٹھنے کا انتظام کرلیتا ہے۔ ہمارے اعلان کا وہ محتاج نہیں ہوتا ہے، مائک کے غلط استعمال کی وجہ سے بہت سی جگہ اذان پر پابندی لگادی گئی اور آئے دن مائک پر اذان نہ دینے کی آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ رمضان المبارک کے اعلانات کو سامنے رکھ کر اگر مائک پر اذان نہ دینے کی پابندی لگادی گئی تو ہم کچھ بھی نہ کرسکیں گے اور ہماری حمایت میں کوئی آواز بھی نہ اٹھائے گا اسلئے موجودہ حالات کے پیش نظر مناسب یہی ہے کہ مائک کا استعمال صرف اذان ہی کے لئے کریں۔

دوسری گذارش متولیانِ مساجد سے ہے کہ اذان شعائر اسلام میں سے ہے، ایک اہم عبادت کی دعوت کے لئے اذان دی جاتی ہے مگر اذان دینے کے لئے عام طور پر ایسے لوگوں کا انتخاب کیا جاتا ہے جس کی نہ تو آواز ہی اچھی ہوتی ہے نہ اذان کے الفاظ ہی صحیح ادا ہوتے ہیں ایسی بھیانک آواز سے اذان دیتے ہیں کہ سننے والا اس کے جلد ختم ہونے کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ اس لئے گذارش ہے کہ اپنی اپنی مسجدوں میں اذان وامامت کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کریں جن کی آواز بھی اچھی ہو اور اذان کے کلمات بھی صحیح ادا کرسکتے ہوں۔

فضائل وآداب

شب برأت کی فضیلت روایات کی روشنی میں

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی *

مسلم معاشرہ میں شبِ برأت کے حوالے سے بڑی افراط وتفریط پائی جاتی ہے، ایک طرف وہ متشدّد دین ہیں جو اسے قطعاً بدعت اور سراسر اختراع امت قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک نہ اس کا روزہ رکھنا درست ہے نہ ہی عبادت کرنا جائز اور اس تعلق سے روایت کردہ تمام احادیثِ مبارکہ کو ضعیف یا موضوع سمجھتے ہیں، جبکہ دوسری طرف وہ جہلاء ہیں جنہوں نے اغیار کی نقالی کرتے ہوئے بہت ساری رسومات وبدعات کو بھی اِس رات میں عبادت کا حصہ بنالیا ہے۔

زیرنظر مضمون میں ہمارا مقصد صحیح روایات کی روشنی میں شب برات کی اہمیت کو اجاگر کرنا، اس کی فضیلت کو واضح کرنا اور اس تعلق سے ہونے والی بے اعتدالیوں کی نشان دہی کرنا ہے۔

شب برات سے قطع نظر خود ماہ شعبان کی فضیلت سے متعلق متعدد روایات، صحیح اسانید کے ساتھ کتب حدیث میں موجود ہیں:

1۔عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا حَدَّثتْہُ قَالَتْ لم یکُنِ النَّبِیُّ ﷺ یصُوْمُ شَھْرًا اَکْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ فانہ کَانَ یصُوْمُ شَعْبَانَ کُلَّہ وَ کَانَ یقُوْلُ: خُذُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَاتُطِیقُوْنَ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَمَلُّ حَتّٰی تملُّوْا (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم شعبان)۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے نہ رکھتے تھے۔ آپؐ شعبان کا سارا مہینہ روزے رکھتے اور کہا کرتے تھے اتنا عمل کرو جس کی تم استطاعت رکھتے ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ (اجر دینے سے) نہیں اُکتاتا یہاں تک کہ تم (عمل سے) اکتاجاؤ۔

2۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کَانَ اَحَبُّ الشُّھُوْرِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَنْ یصُوْمَہ

شَعْبَانُ (سنن ابی داود، کتاب الصوم باب فی صوم شعبان) اللہ کے رسول ﷺ کو تمام مہینوں میں شعبان میں روزہ رکھنا زیادہ پسند تھا۔

نوٹ: اس حدیث میں روزوں سے نفلی روزے مراد ہیں نہ کہ فرض روزے ورنہ اس اعتبار سے تو اللہ کے رسول ﷺ کو سب سے زیادہ رمضان کا مہینہ پسند تھا۔

3۔عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَصُوْمُ شَعْبَانَ کُلَّہ قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَحَبُّ الشُّھُوْرِ اِلَیْکَ اَنْ تَصُوْمہ شَعْبَانَ قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ یَکْتُبُ فِیْہِ کُلَّ نَفْسٍ مَیِّتَۃٍ تِلْکَ السَّنَۃِ فَاَحَبُّ اَنْ یَاْتِیَنِیْ اَجَلِیْ وَاَنَا صَائِمٌ۔ (صحیح الترغیب والترھیب: ۹۱۶۔للالبانی، اسنادہ حسن)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ شعبان کا سارا مہینہ روزہ رکھتے تھے وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ تمام مہینوں میں شعبان کے مہینے میں روزہ رکھنا زیادہ پسند کرتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس مہینے میں اس سال مرنے والوں کے نام لکھ دیتے ہیں اور مجھے یہ بات پسند ہے کہ میری موت کے بارے جب فیصلہ کیا جائے تو میں روزے کی حالت میں ہوں۔

ان تینوں صحیح روایات سے ماہ شعبان کی فضیلت واشگاف ہوجاتی ہے، البتہ شب برات کی فضیلت سے متعلق احادیث ملاحظہ کرنے سے قبل یہ وضاحت ضروری ہے ہے باب فضائل میں ضعیف روایات سے استدلال درست ہے جیسا کہ محدثین نے اس کی تصریح کی ہے (تفصیل کے لئے رجوع کریں: اصول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، شرح الکواکب المنیر، قواعد التحدیث: ذکر المذاھب فی الاخذ بالضعیف، فتح المغیث)

1۔وَعَنْ مُعَاذَ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: یَطَّلِعُ اللّٰہُ اِلٰی جمیع خَلْقِہ لَیْلَۃَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لجمیع خَلْقِہ اِلَّا لِمُشْرِکٍ اَوْ مشَاحِنٍ (صحیح الترغیب والترھیب: ۲۶۷۲ للالبانی۔رجالہ ثقات)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول اسے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو اپنی تمام مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو بخش دیتے ہیں سوائے مشرک اور کینہ پرور کے۔

2۔حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: اِذَا کَانَ لَیْلَۃَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِطَّلَعَ اللّٰہُ اِلٰی خَلْقِہ فَیَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَیُمْلِیْ لِلْکَافِرِیْنَ وَیَدَعُ اَھْلَ الحقْدِ بِحِقْدِھِمْ حَتّٰی یَدَعُوْہُ

(صحیح الجامع الصغیر: ۱۷۷، علامہ البانی۔اسنادہ حسن)

جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، پس تمام مخلوق کو بخش دیتے ہیں اور کافروں کو ڈھیل دیتے ہیں اور بغض رکھنے والوں کو ان کے بغض کے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس کو ترک کر دیں۔ (یعنی جب تک وہ بغض اور کینہ ختم نہ کریں گے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت بھی نہیں فرمائے گا)۔

3۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَیْلَۃً فَخَرَجْتُ فَاِذَاھُوَ بِالْبَقِیْعِ فَقَالَ: اَکُنْتِ تَخَافِیْنَ اَنْ یَحِیْفَ اللّٰہُ عَلَیْکِ وَرَسُوْلُہ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنَّکَ اَتَیْتَ بَعْضَ نِسَائِکَ فَقَالَ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَنْزِلُ لَیْلَۃَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِلَی السماء الدُّنْیَا فَیَغْفِرُ لِاَکْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ کَلْبٍ (رواہ الترمذی، رقم الحدیث: ۷۴۴، اسنادہ ضعیف لکن لہ شاہد)

میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو ایک رات گم پایا، میں (آپؐ کو تلاش کرنے کے لیے) نکلی تو آپ بقیع (مدینہ کا قبرستان) میں موجود تھے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تجھے اس بات کا اندیشہ تھا کہ اللہ اور اس کے رسول تجھ سے ناانصافی کریں گے؟ تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا گمان یہ تھا کہ آپ اپنی کسی دوسری بیوی کے پاس گئے ہوں گے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ (گناہوں) کی مغفرت فرماتا ہے۔

4۔عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: اذا کانت لیلۃ من نصف شعبان، فقوموا لیلھا وصوموا یومھا، فان اللہ ینزل فیھا لغروب الشمس الی سماء الدنیا فیقول: الا من مستغفر لی فاغفرلہ، الا مسترزق فارزقہ، الا مبتلی فاعافیہ، الا کذا، الا کذا حتی یطلع الفجر۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۴۵۱، اسنادہ ضعیف لکن صححہ ابن حبان)

حضرت علیؓ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب شعبان کی پندرھویں شب ہو تو اس رات قیام کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس رات سورج ڈوبتے ہی آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: کیا کوئی مغفرت کا طلب گار ہے کہ میں اس کو بخش دوں، کیا کوئی رزق چاہنے والا ہے کہ میں اس کو رزق عطا کروں، کیا کوئی مصیبت کا مارا ہوا ہے کہ میں اس کو عافیت دوں، کیا کوئی ایسا ہے، کیا کوئی ایسا ہے، یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: اما لیلۃ النصف من شعبان فقد روی فی فضلھا احادیث

وآثار ونقل عن طائفة من السلف أنهم كانو يصلون فيها (فتاوی ابن تیمیہ، ج:۲۳،ص:۱۳۲)

شعبان کی پندرھویں رات کے متعلق بہت سی احادیث اور آثار مروی ہیں اور سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ وہ اس رات نماز پڑھا کرتی تھی۔

اسی طرح مشہور اہل حدیث عالم مولانا عبدالرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں: فهذه الاحاديث بمجموعها حجة على من زعم انه لم يثبت فى فضيلة النصف من شعبان شئى

(تحفۃ الاحوذی، ج:۲،ص:۵۳)

یعنی یہ احادیث مجموعی اعتبار سے ان کے خلاف دلیل ہے جن کا یہ خیال ہے کہ پندرہ شعبان کی فضیلت کے سلسلہ میں کچھ ثابت نہیں۔

غیر مقلدین کے معتبر ترین محدث علامہ البانیؒ شب برأت کی فضیلت سے متعلق ایک روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: وجملة القول ان الحديث بمجموع هذه الطرق صحيح بلا ريب

(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، ج:۳،ص:۱۳۸)

یعنی حاصل گفتگو یہ ہے کہ حدیث ان تمام طرق کی وجہ سے بلاشبہ صحیح ہے۔

شب برأت کی مخصوص عبادات:

پندرھویں شب کی فضیلت تو صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اس رات کی فضیلت کا اعتبار کرتے ہوئے اس رات عمومی عبادات مثلاً نوافل، تلاوت اور انفرادی ذکر واذکار وغیرہ کا اہتمام کیا جاسکتا ہے، لیکن اس رات کی کوئی مخصوص عبادت مثلاً بارہ رکعتیں پڑھنا اور ہر رکعت میں تیس دفعہ "قُلْ هُوَ اللهُ" پڑھنا کسی بھی صحیح یا حسن روایت سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس رات کی مخصوص عبادات کے حوالے سے جتنی روایات مروی ہیں وہ موضوعات کے درجے کی ہیں جن پر عمل کی کوئی گنجائش نہیں۔

پندرہ شعبان کا روزہ:

شعبان کے مہینے میں روزہ رکھنا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے، لیکن آپؐ نے اپنی اُمت کو پندرہ شعبان کے بعد روزہ رکھنے سے شفقتاً منع فرمادیا تاکہ رمضان کے روزوں میں سستی پیدا نہ ہو۔ اس لیے شعبان کے مہینے کی عمومی فضیلت کے تحت یا ایامِ بیض میں روزہ رکھنے والی صحیح احادیث سے استدلال کرتے ہوئے اس دن روزہ رکھا جاسکتا ہے۔ حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُنَا اَنْ نَصُوْمَ الْبِيْضَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ ۔

اللہ کے رسول ہمیں ایامِ بیض یعنی ہر مہینے کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے

اس کے علاوہ پندرہ شعبان کے روزے سے متعلق حضرت علیؓ کی مستقل روایت بھی ہے جو اگرچہ سنداً ضعیف ہے مگر محدث کبیر مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ نے فرمایا کہ کسی ماہر حدیث عالم نے اس حدیث کو موضوع نہیں کہا، اس لئے بابِ فضائل میں اس سے استدلال جائز ہے۔ (مجلۃ المآثر)

شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمان صاحب مدظلہ کے رسالہ ''شب برأت کی حقیقت'' کا یہ اقتباس بھی ملاحظہ فرمائیں: ''شبِ برأت کے بارے میں یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اس کی کوئی فضیلت حدیث سے ثابت نہیں حقیقت یہ ہے کہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے احادیث مروی ہیں جن میں نبی علیہ السلام نے اس رات کی فضیلت بیان فرمائی، ان میں سے بعض احادیث سند کے اعتبار سے بے شک کچھ کمزور ہیں اور ان احادیث کے کمزور ہونے کی وجہ سے بعض علماء نے یہ کہہ دیا کہ اس رات کی فضیلت بے اصل ہے، لیکن حضرات محدثین اور فقہاء کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر ایک روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہو لیکن اس کی تائید بہت سی احادیث سے ہو جائے تو اس کی کمزوری دور ہو جاتی ہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے اس کی فضیلت میں روایات موجود ہیں، لہٰذا جس رات کی فضیلت میں دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایات مروی ہوں، اس کو بے بنیاد اور بے اصل کہنا بہت غلط ہے، امت مسلمہ کے جو خیر القرون ہیں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور، تابعین کا دور، تبع تابعین کا دور، اس میں بھی اس رات کی فضیلت سے فائدہ اٹھانے کا اہتمام کیا جاتا رہا ہے، لوگ اس رات میں عبادت کا خصوصی اہتمام کرتے رہے ہیں، لہٰذا اس کو بدعت کہنا یا بے بنیاد اور بے اصل کہنا درست نہیں، صحیح بات یہی ہے کہ یہ فضیلت والی رات ہے، اس رات میں عبادت کرنا باعث اجر و ثواب ہے اور اس کی خصوصی اہمیت ہے۔

اس مضمون سے تین باتیں واضح ہو رہی ہیں:

(۱) شب برأت کے متعلق بعض احادیث ضعیف ہیں لیکن کئی سندوں سے مروی ہیں ایسی حدیث کے متعلق اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ اس سے استدلال درست ہے۔

(۲) یہ احادیث نہ عقائد کے باب میں وارد ہیں اور نہ شریعت کے کسی حکم کے خلاف ہیں۔

(۳) اس رات کی فضیلت کے متعلق نہ صرف اقوال صحابہ بلکہ اعمال صحابہ بھی موجود ہیں۔

ایسی احادیث کا انکار کرنا یا ان سے ثابت فضیلت کا انکار کرنا دونوں باتیں زیادتی ہے۔

دعوتِ فکر وعمل

نوجوان فارغین مدارس سے کچھ دردمندانہ گزارشات

از: مولانا یحییٰ نعمانی ندوی زید مجدہٗ*

محترم مولانا یحییٰ نعمانی ندوی زید مجدہٗ اپنے ادارہ ''المعھد العالی للدراسات الاسلامیہ'' سے فارغ شدہ عزیز نوجوان علماء کیلئے چند تربیتی مجالس کا انعقاد فرماتے ہیں۔ گزشتہ سال ماہ رجب ۱۴۳۷ھ میں اس سلسلے کا دوروزہ اجتماع رہا، اس اجتماع کی آخری نشست میں مولانا نے بہت ہی نفع مند ومؤثر گفتگو فرمائی تھی، قارئین اشرف الجرائد کے استفادہ کے لئے وہی تقریر ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔ (از: مرتب غفرلہٗ)

عزیزم برادران! اس چھوٹے سے ادارے کے لئے اور اس کے اس عاجز اور ظلوم وجہول ذمے دار کے لئے یہ لمحات بڑے قابل شکر ہیں، جب نظر کے سامنے یہ منظر ہے کہ اس ادارے کی جانب نسبت رکھنے والے کچھ افراد اماضی کے ایسے ہم نشین آج جمع ہیں جو مختلف علاقوں میں خدمت دین میں مشغول ہیں۔

یہ عاجز جب اپنے بداعمالیوں پر نظر ڈالتا ہے اور پھر یہ دیکھتا ہے کہ اس کے دوستوں کو اللہ نے اچھی توفیقیں دی ہوئی ہیں، تو امید بندھتی ہے کہ ان عزیزوں ہی کے سہارے شاید معافی کا سامان ہوجائے۔

محبوب ومکرم عزیزان گرامی! سنۃ اللہ یہی ہے کہ ہر انسان کو تذکیر وتربیت کی اور توجہ دہانی کی ضرورت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قدرت سے تذکیر میں تاثیر بھی رکھی ہے وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ بلکہ جن کو اللہ ضابطے اور عمر میں بڑا بناتے ہیں ان کو بھی اپنے دوستوں اور عزیزوں سے عبرت حاصل کرنے کا فائدہ ہوتا ہے، اسی طرح ہر ایک کو مشوروں اور رہنمائی کی حاجت ہوتی ہے دین کے خادموں کا کسی جگہ جمع ہونا، درپیش حالات کا جائزہ لینا، اپنے حالات بتانا، مشورے لینا اور دینا، اپنے فرائض وذمے داریوں کی یاد، اور ہمت افزا وشوق انگیز پہلوؤں کا مذاکرہ یہ وہ چیزیں ہیں جن سے ہم سب کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ یہی کچھ مقاصد ہیں جن کے لئے یہ اجتماع بلایا گیا ہے اور تاکہ بات ذہنوں میں راسخ ہوجائے اور یہاں سے جانے کے بعد بھی اس کو یاد کرکے تذکُّر کی وہ کیفیت پیدا کی جاسکے جس کا تذکرہ قرآن نے کیا ہے اور جس کو ربانی بصیرت کا معدن بتایا (اعراف: ۲۰۱) اس لئے تمام عزیزوں سے درخواست ہے کہ اس گفتگو کو ریکارڈ کرلیں۔

*ناظم المعھد العالی للدراسات الاسلامیہ

۱) عزیز بھائیو! یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بڑا ہی کرم واحسان اور بے استحقاق فضل ہے کہ آپ کو اس نے اپنے دین کی خدمت کے لئے منتخب فرمایا، ذرا غور کیجئے! یہ دین اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے یہاں کس قدر مکرم ومعظم ہے کہ اس نے اس کے لئے انبیاء علیہم السلام کو شہید تک کروایا، سید الرسل کو زخمی اور بھوکا رکھا، صحابہؓ کے ٹکڑے کروائے، لاکھوں اولیا واتقیا سے مجاہدے کروائے اور ان کو حکم دیا کہ وہ اس راستے میں اپنی جان ومال سستے کریں اور انہوں نے اپنے آپ کو اس راہ میں مٹا دینا ہی اپنے لئے کمال سعادت وترقی کی بات سمجھی، پھر کیسا کامیاب وبامراد اور نصیبہ ور ہے وہ نوجوان جس کو اللہ اس کی بے عملی وبے مائیگی سے پورے واقف ہونے کے باوجود اپنی اس منتخب جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔

خیال کیجئے! لاکھوں لاکھ انسان مٹی گارے، لوہے لکڑی اور حقیر دنیا کی مشغولیتوں میں عمریں صرف کر رہے ہیں اور آپ کو اللہ نے یہ سعادت بخشی ہے کہ آپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست وبازو اور ان کے مشن کے ساتھی ومددگار بن کر جییں اور اسی راہ میں مر مٹنے کی مبارک تمنا رکھیں۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک جہاں
شاہیں کا جہاں اور ہے کرگس کا جہاں اور

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾

۲) آپ عالم دین ہیں، یاد رکھئے کہ خدمت دین میں علم دین کا جو کردار ہے وہ کسی چیز کا نہیں، آپ مسلسل اپنی علمی ترقی کی فکر کیجئے، روزانہ مطالعے کا کچھ وقت خاص کر لیجئے، اس سے آپ کے کام میں وہ طاقت اور روح پیدا ہوگی جو کسی چیز سے نہیں پیدا ہوسکتی۔ مختصراً مگر صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ اس دور میں مدارس کے فارغین بے شمار ہو گئے مگر علماء کمیاب ہیں، ہم علم کے بارے میں بڑے قانع بلکہ بے شوق وکم حوصلہ ہو گئے ہیں، آپ سے عزیزانہ تعلق کی وجہ سے عرض کرتا ہوں کہ مجھے اس سلسلے میں سخت صدمہ پہنچتا ہے، علمی انہماک اور شوق دیکھنے ہی کو نہیں ملتا۔

یاد رکھئے! مدرسوں اور فارغین مدارس کے تربیتی اداروں میں جو چیز آپ کو دی گئی ہے وہ صرف علمی مشغولیت کے قابل ہونے کی استعداد ہے، اصل سفر تو اب شروع ہوتا ہے، سفر کے آغاز میں ہی اگر ملاح ہمت ہار کے پتوار رکھ دے تو منزل یقیناً کبھی ہاتھ نہیں آئے گی۔ آپ کی نظر قرآن وسنت پر گہری اور وسیع ہونی چاہئے، صرف سطحی اور ثانوی چیزوں کے بجائے ائمہ اور کبار اہل علم کی چیزیں پڑھئے، اتنی پڑھئے کہ آپ علم میں رسوخ کے مرتبے تک پہنچ جائیں، اس وقت مسلمانوں کے حالات ومسائل ایسے ہیں کہ ان میں دینی راہنمائی اور شریعت کی ترجمانی کے لئے علمی رسوخ بلکہ مجتہدانہ نظر سے کم میں کام نہیں چل سکتا۔

کم سے کم اتنا تو ہو کہ قرآن کے مضامین کا استحضار ہو، اور ایسا تدبر کے ساتھ کثرت تلاوت سے ہو جاتا ہے، ایک معتد بہ حد تک احادیث پر نظر ہونا تو یہ چاہئے کہ صحیحین اور ابوداؤد اور ترمذی کا ہم ایک مرتبہ مطالعہ کرلیں، اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو کم سے کم ایک عادت ڈال لیجئے، جب بھی کوئی علمی یا دینی مسئلہ ذہن میں آئے تو اس موضوع پر مشکاۃ شریف، ریاض الصالحین، منذری کی الترغیب والترھیب کی احادیث ضرور پڑھیں، یہ سب کتابیں آپ کے کتب خانے میں ضرور ہونی چاہئیں۔

۳) میں آپ کو دو کتابوں کا خاص طور سے مشورہ دوں گا: پہلی کتاب معارف الحدیث ہے۔ حضرت مولانا نعمانیؒ نے دین کا ایک باقاعدہ مرتب نظام زندگی کی حیثیت سے مطالعہ کیا تھا، جو سلف کے ذوق مزاج سے پوری طرح مطابق ہونے کے علاوہ عصر حاضر کی نفسیات اور نئی زندگی کے مسائل کو سامنے رکھ کر اسلام کو ایک سراپا عدل وشرافت طریق زندگی کے طور پر متعارف کراتا تھا، ولی الٰہی حکمت کے وہ رازداں اور آخری دور میں حکمت دین کے بڑے شارح تھے۔ معارف الحدیث میں اسلامی زندگی کی مکمل تعبیر، قانون شریعت کی حکیمانہ تشریح اور دعوت وتذکیر کے تمام پہلو جمع ہو گئے ہیں، مگر معارف الحدیث میں مطالب ومضامین کی بے انتہا کثرت ہے اور عبارت نہایت مختصر، اس لئے بہت غور سے مطالعے کی ضرورت ہے، حکمت وعلم کے اس گنج گراں مایہ کا یہ حال ہے کہ یہ عاجز جب بھی پڑھتا ہے نئے نکتوں اور حکیمانہ افادات تک طرف ذہن کی رسائی ہوتی ہے، اس لئے اس کا پُرتدبر مطالعہ کیجئے۔

دوسری کتاب حضرت مولانا علی میاںؒ کی تاریخ دعوت وعزیمت ہے، ایک داعی دین کے لئے اس میں رہنمائی، بصیرت، جذبات انگیزی اور دعوت وعزیمت کی راہ میں آبلہ پائی کی بڑی لذیذ تعلیم ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قافلۂ اسلام کے حدی خواں کیسے ہوتے ہیں اور ان کا کام وپیام کیا ہوتا ہے۔

۴) مجھ سے ایک مجلس میں حضرت مولانا علی میاںؒ نے فرمایا تھا: یحییٰ! اپنے مطالعے میں وسعت اور تنوع پیدا کرو، پھر فرمایا: ہم دو باتیں کہہ رہے ہیں، وسعت بھی ہونا چاہئے اور تنوع بھی، یہ اس عظیم عالم وداعی کے عمر بھر کے تجربے کا خلاصہ تھا، جس کو اس زمانے کے حالات اور ضرورتوں کا جیسا اندازہ تھا ویسا طبقۂ علماء میں نہایت کمیاب ہے۔

مطالعہ ہمارا شوق اور Hobby ہونا چاہئے، اس کے بغیر چین نہ ملے اور دل نہ لگے، یہ مطالعہ آپ کی نظر میں گہرائی، فکر میں بصیرت اور گفتگو میں مغز پیدا کرے گا، یہ جو صورت حال ہے کہ اکثر فارغین مدارس کسی موضوع پر بحث کرتے ہیں تو لوگوں کو اس میں بصیرت ومغز نہیں ملتا یہ سطحی مطالعے کا نتیجہ ہے۔

عزیزان گرامی! زمانہ تیزی سے بدل رہا ہے، مغربی تہذیب وتعلیم کے انتشار اور پھیلاؤ نے ہمارے معاشرے کی سوچ کو بری طرح متاثر کیا ہے، پہلے مسلمانوں کی اہل ثروت میں سے جو نوجوان کالجوں کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اوران کی تعداد بہت تھوڑی ہوا کرتی تھی، صرف وہ اس ذہنیت کے شکار ہوتے تھے، مگر اب حالات دوسرے ہیں، تعلیم تو کیا خاک مسلمانوں میں آتی، ہاں! ٹی وی اور میڈیا کے سیلاب نے غلامانہ ذہنیت اور تہذیبی شکست میں معاشرے کی اکثریت کو غرق کر دیا ہے، ہم جن حالات میں ہیں اس کا نہایت معتدل تجزیہ یہ ہے کہ خود مسلمانوں کو اسلامی شریعت اور طرز زندگی پر عقلی وقلبی اطمینان نہیں بچا ہے، پوری امت ایک ذہنی انتشار اور تضاد کے گرداب میں پھنسی ہے، ''ایماں اسے روکے ہے تو کھینچے ہے اسے کفر'' کی سی صورت حال ہے، امت میں عام فساد و بے دینی کا سب سے بڑا سرچشمہ یہی چیز ہے، بلکہ تفصیل کا موقعہ نہیں ورنہ آپ کو پورے تجزیے کے ساتھ بتاتا کہ پورے عالم اسلام میں جو اتھل پتھل مچی ہے اور خونریزی کا بازار گرم ہے اس کی بنیاد بھی یہی داخلی کشمکش اور مغربی تہذیب سے تاثر ہے۔

علماء کا اس دور میں اصل میدان کار یہ ہونا چاہئے کہ امت کی اس عظیم اکثریت کے دلوں میں دوبارہ اسلامی شریعت پر اطمینان وسکون اور ترقی وفلاح کا آب حیات نہیں پیاسا صحرا اور زندگی کی حسرت ناک تباہی ہے، پہلے تو اس کے لئے مسلم فضلا کو بڑے مطالعہ اور استدلال کی قوت صرف کرنی پڑتی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس دور میں یہ کام نہایت آسان کر دیا ہے، اب مغربی تہذیب کے بھیانک اور قبیح نتائج نے یہ حقیقت خود ظاہر کر دی ہے، صرف ان نتائج کا تذکرہ ہر سوچنے سمجھنے والے انسان کو ہدایت کے لئے کافی ہیں، جو لوگ مغرب کے نام نہاد روشنی اور ترقی کے راستے پر بہت آگے تک کا سفر کر آئے ان کو آخر اعتراف کرنا پڑا کہ ہمیں ناکامی ہی ہاتھ آئی اور اس راستے میں انسانیت کے لئے اضطراب وفساد کے علاوہ کچھ نہیں، اس ناکام سفر اور حسرت انجام تجربے کے حقائق میڈیا میں آتے رہتے ہیں، اور انٹرنیٹ پر تو معمولی سی کاوش سے اس کا بڑا ذخیرہ جمع کیا جا سکتا ہے، ایک بالکل تازہ مثال سے آپ کو ان واقعات کی دعوت افادیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ابھی دو تین دن پہلے دہلی میں ایک اداکارہ نے خودکشی کر لی، اس کے پاس دولت، شہرت، مستقبل اور وہ سب کچھ تھا جو مغربی معیار کے مطابق کسی عورت کی ترقی وکامیابی کی معراج تھی، خبر آئی کہ خودکشی اپنے پاٹنر (نہ کہ شوہر) کے ظلم کی وجہ سے کی گئی، ہمارے ملک میں فلمی دنیا کی ایک بڑی سینئر شخصیت مہیش بھٹ ہیں، انسانی زندگی عورت کے کردار کے متعلق وہی مغربی گھسے پٹے نظریات کی وکالت کرتے آئے ہیں، فلمی دنیا مغربیت کا آخری بام عروج اور مغرب پرستوں کی تمناؤں کی جنت ہوتی ہے، جہاں یہ تہذیب اپنی تمام خیرگی کے ساتھ جلوہ

گر ہوتی ہے، اس شخص نے اس اداکارہ کی خودکشی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ''باہر سے کچھ بھی نظر آتا ہو مگر المناک حقیقت یہ ہے کہ فلمی دنیا میں تقریباً تمام اداکاراؤں کے ساتھ گھریلو نوکرانیوں سے بدتر سلوک کیا جاتا ہے، ایک دور تھا جب میں سمجھتا تھا کہ عورت فحاشی کے طور پر خود کفیل ہوگی تو مرد کے ظلم سے آزاد ہو جائے گی، مگر اب مجھے معلوم ہوا کہ یہ بات غلط تھی، میں نے انٹرٹینمنٹ انڈسٹری میں بے شمار ایسی عورتوں کو دیکھا جو بے تحاشہ دولت کی مالک تھیں، شہرت اور فن کے بام عروج پر تھیں، روشن خیالی اور ذہانت کا یہ حال تھا کہ عورت کی آزادی پر وہ بہترین گفتگو کرتی تھیں، مگر ذاتی زندگی میں ان کے ساتھ وہ استحصال اور ظلم ہوتا تھا جو کسی نوکرانی کے ساتھ بھی نہیں ہوتا ہوگا، اور ان کو یہ سب برداشت کرنا پڑتا تھا'' عورت کی آزادی کے مغربی تصور کی حقیقت یہ ہے۔

(http://indianexpress.com/article/enterainment/television/pratyusha-banerjee-death-most-actresses-suffer-abuse-worse-than-domestic-help-mahesh-bhatt/)

یہ اس دور میں حقانیت اسلام کی ایک خاص دلیل بننے والا مواد ہے، اب یہ روزمرہ سامنے آنے والے حقائق ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک نوجوان عالم دین کے ذہن میں موضوع کا یہ خاکہ موجود ہو کہ اس کو ان حقائق وواقعات سے مغربی فکر وتہذیب کی نامرادی کا کیسے منظر پیش کرنا ہے۔

۵) عزیز برادران! ایک عالم امت کا نگہبان ہوتا ہے، دنیا میں اس وقت اسلام کی غربت واجنبیت کا جو حال ہے اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔ اس وقت اسلام ہر مادی سہارے سے محروم ہے۔ اب جو کچھ بھی دین وملت کی حفاظت ہونی ہے وہ انہیں باوقار باعزیمت اہل ایمان کے دم سے ہونی ہے جو باد مخالف میں جم جائیں، اور آپ کے علاوہ اس وقت کون ہے جس کی طرف اللہ کا دین امید کی نگاہ ڈال سکے، اغیار کی یورشوں کے علاوہ اپنوں کی بے وفائیوں کی بھی عجب داستاں ہے۔

گلہ وفائے جفا نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بتکدے میں بیاں کردوں تو کہے صنم بھی ہری ہری

مسند احمد کی حدیث: بدأ الاسلام غریبا وسیعود غریبا کما بدأ، فطوبی للغرباء یومئذ اذا فسد الناس، فقیل: من الغرباء یا رسول اللہ ﷺ؟ قال: أناس صالحون فی أناس سوء کثیر، من یعصیهم أکثر ممن یطیعهم، وفی روایة: فقیل: من الغرباء یا رسول اللہ ﷺ قال: ''الذین یصلحون اذا فسد الناس''

آپ ان غربا میں شامل ہونے کا مبارک فیصلہ کر لیجئے، جان لیجئے ہمارے پیچھے جو قوم ہے اس کا ایمان ایسا مضبوط نہیں ہے کہ وہ کسی بڑی آندھی کا اپنے عزیمت وحوصلے کی طاقت سے مقابلہ کر سکے، آپ اپنے گرمئ نفس اور یقین کی طاقت سے اس کو مزاحمت کا حوصلہ بخشیے، ہمارے ملک میں مسلمانوں میں شرک کو قابل قبول بنانے

اور دلوں میں اس کو خاموشی کے ساتھ پیوست کرنے کا کام توعرصے سے ہو رہا تھا، ماحول شرک آموز تھا ہی اب حکومت اور اس کی تنظیموں نے صاف طے کر دیا ہے کہ تعلیمی نظام شرک و بت پرستی پر مبنی ہوگا، یوگا سے لے کر وندے ماترم اور سرسوتی وندنا سب ہی کرنے ہوں گے۔ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ملت میں شرک کے سلسلے میں حساسیت کم ہو رہی ہے، آپ نے بے غیرتی کی یہ انتہاء شاید خود بھی کسی اخبار میں وغیرہ میں بشکل وتصویر دیکھی ہوگی کہ جزیرۃ العرب میں ایک مندر بنایا گیا اور اعدائے دین کی خوشنودی کے لئے عرب آرتیاں لیے مندر میں کھڑے ہیں ـــــ العیاذ باللہ ـــــ حالات سنگین ہوتے جا رہے ہیں، ذرا سوچئے کیا قوم آپ کے بغیر اس چیلینج کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ آپ امت کے اندر ثبات واستقامت کی روح پیدا کرنے کو اپنی اولین ترجیح اور پہلا فرض سمجھئے۔

۶) اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہمیں جمعہ کی شکل میں احیائے دین اور اصلاح امت کا سادہ وسہل لیکن حیرت ناک حد تک مؤثر نظام دیا ہوا ہے، افسوس یہ نظام امت نے قریب قریب ضائع کیا ہوا ہے، آپ میں سے ہر ایک کوشش کرے کہ کسی طرح جمعہ میں پندرہ بیس منٹ اصلاحی گفتگو کی سعادت اس کو مل جایا کرے، عالم کا فرض تعلیم واصلاح ہے اس کا انتظار مت کیجئے کہ لوگ آپ کو دعوت دیں تو آپ دین کی بات کہیں، نہیں! بیان ووعظ یا درس قرآن کے لئے خود سبیل ڈھونڈیے، کچھ نہیں تو کسی نماز کے بعد مسجد میں معارف الحدیث سنا دیا کیجئے۔ ایک بزرگ نے اپنے خلیفۂ مجاز کو حکم دیا کہ کہیں کوئی دینی کتاب پڑھ کر سنا دیا کرو، انہوں نے کہا کوئی سننے والا نہیں ملتا تو انہوں نے فرمایا: کوئی بات نہیں تم تو کسی مسجد میں بیٹھ کر اصلاحی مضامین یا کتابیں آواز سے پڑھ دیا کرو، کوئی سنے یا نہ سنے بیان کے بعد نہ صلے کی تمنا رکھیے نہ داد وتعریف کی امید، بس اللہ سے سب کے لئے ہدایت مانگیے، کیا وہ اجر کم ہے جو دین کے داعی کے لئے قرآن وحدیث میں وارد ہوا ہے۔

کتاب پڑھ کر سنانے کا طریقہ بھی ایک اہم چیز ہے، ایسا نہ ہو کہ لوگ سمجھیں ہی نہ، خود سمجھ کر سمجھانے اور مشکل باتوں کو اپنے الفاظ میں دوبارہ سنانے کی ضرورت ہوتی ہے، ہر دینی گفتگو بہت اہتمام سے کیا کیجئے، اس کے لئے مطالعہ کر کے مواد جمع کیجئے اور اسکے علاوہ خود سوچ کر کہ کیا کیا عناصر ذکر کرنے ہیں اور کس ترتیب سے کرنے ہیں، بعض بڑے بزرگوں کا معمول باقاعدہ لکھ کر بیان کرنے کا ہے، اس عاجز نے حضرت مولانا نعمانی قدس اللہ سرہٗ کو دیکھا کہ بیان سے پہلے ایک فکری استغراق کا عالم ہوتا تھا، سادہ سی گفتگو ہوتی تھی مگر کبھی کبھی تو مجمع بلا مبالغہ تڑپ تڑپ جاتا تھا، بے تیاری کے بات کرنے میں نہ تاثیر ہوتی ہے نہ قوت، پھر مقرر اس کو مصنوعی طریقے سے پیدا کرنا چاہتا ہے جس کا اثر بالکل الٹا پڑتا ہے۔

عزیزو! آپ دین کے داعی ہیں، لوگ دھوکے میں ہیں کہ تاثیر زور خطابت اور لفاظی سے پیدا ہوتی ہے،

یہ سب ثانوی چیز ہیں اصل تاثیر اصلاح قلب اور دین کے درد اور اللہ سے تعلق سے پیدا ہوتی ہے اور ان کے بغیر زور بیان شاعری ہے جس کی داد بھی بس وہی لوگ دیتے ہیں جو فساد قلب کے شکار ہیں ایسے خطیب قوم کے مرض میں اضافہ اور اس کے ذوق کو فاسد کرتے ہیں، ہم کو ایسا نہیں بننا ہے۔

اس کے علاوہ ایک بات ضرور یاد رکھئے، آپ کی بات میں درد سوز کی مقدار زیادہ سے زیادہ ہونی چاہئے نہ کہ غصے کی، کم فہم ایک غصے دار انداز میں گفتگو کرتا ہے اور اس کو اپنی نادانی سے دینی حمیت سمجھتا ہے جب کہ اس کا یہ انداز اس کے اندر کے استکبار اور عوام کی تحقیر کے جذبات کا غماز ہوتا ہے، ان باتوں سے تاثیر تو کجا عالم و واعظ سے نفور و بیزاری پیدا ہوتی ہے، عنداللہ بھی کسی کی تحقیر سخت ناپسندیدہ ہے، حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہٗ نے بکثرت ملفوظات میں یہ اہم اصول ارشاد فرمایا ہے کہ انکار منکر کی شرط یہ ہے کہ عین اس حالت میں کہ کسی منکر پر نکیر کر رہا ہوں دل میں یہ خیال ہو کہ وہ عامل منکر مجھ سے بہتر ہے۔

۷) ایک خاص کام ترجیحی بنیاد پر یہ کیجئے کہ نوجوانوں سے اپنے تعلقات بنائے، ان کی دینی تربیت کی خصوصی فکر کیجئے، اس سنت اللہ کو ذہن میں رکھئے کہ انبیائی دعوت کے اصل مددگار نوجوان ہوتے ہیں، آپ ان کے لئے قرآن پڑھانا یا تعلیم بالغان کا کوئی کورس شروع کیجئے، آپ کے روزانہ کے پندرہ منٹ، جس میں آپ کو اسلام کیا ہے جیسی چیزیں پڑھائیں، آپ کو دینی مددگاروں اور دوستوں کی ایک ٹیم بنا کر دیں گے۔

۸) اسلام کے خلاف پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کے ازالے اور دین کی دولت کے لئے اللہ نے ایک نیا آسان ذریعہ کھولا ہے، ابھی تک دنیا کے مظلوم عوام استبداد و استحصال کے ستون بن چکے میڈیا کے سامنے بے بس تھے، جو لوگ حقائق کی صحیح سمجھ رکھتے تھے ان کی آواز کہیں سنائی بھی نہیں دیتی تھی، مگر حالیہ برسوں میں ایک ایسی نئی چیز پیدا ہوئی جس سے میڈیا کا سحر ٹوٹ سکتا ہے، اور وہ ہے سوشل میڈیا، یہ عوام کا اپنا میڈیا ہے، یہ سستا اور آسان میڈیا ہے ہر انسان اس کے ذریعے اپنی بات لاکھوں تک بغیر کسی خاص خرچ کے پہنچا سکتا ہے، اس میڈیا پر نہ حکومتی پالیسی کی قید ہے، نہ جھوٹ کا غلاف اور نہ سرمایہ داروں کی زنجیر۔

آپ خود بھی اگر کر سکیں تو اس کو دینی دعوت و تبلیغ، صحیح معلومات کی نشر و اشاعت کے لئے استعمال کریں، مگر خصوصی طور پر جدید تعلیم یافتہ نوجوان چاہئے وہ اوسط درجے کی تعلیم کے حامل ہی کیوں نہ ہوں ان کو ملت کی نصرت کے لئے اس کو استعمال کرنے کی خوب ترغیب دیں، اس ذریعے کی خاصیت یہ ہے کہ دھیرے دھیرے غیر مسلموں تک بھی بات پہنچاتا ہے۔

حالیہ برسوں میں بارہا ایسا ہوا ہے کہ اسی میڈیا کے ذریعے عوامی گروپس نے اسٹریم میڈیا اور حکومتوں کو

جھکنے پر مجبور کر دیا ہے اور ان حقائق کو بے نقاب کیا ہے جن پر حکومتوں نے پردہ ڈالا ہوا تھا، مسلمانوں کے لئے یہ ذریعہ ایک خدائی عطیہ اور نعمت بے بہا ثابت ہوسکتا ہے، ضرورت ہے کہ مسلم نوجوان اس میدان میں نہایت سنجیدگی سے متحرک ہوں، اور اس کو حق وانصاف کی مدد اور دین وملت کی خدمت سمجھیں، خاص طور پر کوشش کریں کہ مسلمانوں سے نفرت پیدا کرنے والے اشوز کی سنجیدہ وضاحت کر کے غیر مسلم عوام کے دلوں میں جگہ بنائیں، آر ایس ایس اور اس کے تحت کام کرنے والوں کی تخریب کاریوں کو اجاگر کریں، اصول کار یہ ہے کہ انداز نہایت ٹھنڈا ہو، حقائق کی وضاحت ہو، ملک کے حقیقی مسائل کو خوب اجاگر کیا جائے، غریبوں، مزدوروں، کسانوں، دلتوں اور مسلمانوں کی مظلومیت کا اعداد وشمار اور حقائق کی روشنی میں بیان ہو۔

۹) آخری بات جو عرض کرنی ہے وہ سب سے اہم ہے، میں خود اپنے آپ کو بھی اس کا مخاطب سمجھ کر عرض کر رہا ہوں؛ میرے بھائیو! اپنی آخرت کی فکر سب پر مقدم ہونی چاہئے ہمارے ذریعے اگر سارے عالم کو ہدایت اور جنت مل گئی مگر ہم پکڑ لیے گئے تو ہم سے زیادہ کون بدنصیب ہوگا، اپنے عیوب پر نظر رکھیے، اور ان کی اصلاح کی کوشش کیجئے، وہ علم وبال ہے جس پر عمل نہ ہو، علم کا اصل مقصد عمل ہے، امام اوزاعیؒ صحابہؓ وتابعینؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ اگر علم کا مقصد عبادت نہیں تو ایسا علم ہلاکت ہے: **کان یقال ویل للمتفقین العیاذ۔**

مسلمانوں کی تاریخ کا یہ عجیب بے برکت دور ہے کہ ہم علماء کہلانے والے تعلق مع اللہ پیدا کرنے کی کوئی خاص کوشش نہیں کر رہے۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے

سلف کے یہاں اس کا تصور نہیں تھا کہ کوئی شخص طالب ہو اور ذکر ونوافل کا ذوق معمول نہ ہو، امام احمد کے یہاں ایک طالب علم مہمان ہوئے، انہوں نے ان کے لئے سوتے وقت وضو کا پانی رکھا، فجر کے وقت امام احمد تشریف لائے تو دیکھا پانی ویسے ہی رکھا ہے، بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا: ''**سبحان اللہ رجل یطلب العلم لا یکون لہ ورد فی باللیل**''، علم وعبادت کا سدا جوڑ رہا ہے، جس نے علم کو عبادت سے جدا کیا اس کا علم ضائع ہوگیا، یہ دیکھئے سلف کے اکابر کی یکے بعد دیگرے صفیں کھڑی ہیں، ہر ایک ذکر وتلاوت اور نوافل کا لذت شناس ہے، یہ اوزاعی ہیں۔ قال الولید بن مسلم: رأیت اذا أخذ فی ذکر الآخرۃ یبول الدم ان کے ایک شاگرد کہتے ہیں کبھی کبھی خود دہشت سے ان کا یہ حال ہوتا تھا کہ محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کوئی میدان حشر میں حساب کے لئے کھڑے ہوں: کنا نکون عند سفیان الثوری فکانہ قد أوقف للحساب فلا نجتری أن نکلمہ، تہجد اور مناجات کی لذت کا یہ عالم تھا کہ خود اپنے بارے میں کہتے ہیں: ''انی لأفرح

باللیل اذا جاء‘‘

عزیز و! ہم دھوکے میں ہیں ہم اپنی جس حالت کو دین کی خدمت سمجھ رہے ہیں حقیقت شناس ائمہ نے تصریح کی ہے کہ یہ حالت صرف دنیا طلبی اور بے اخلاصی ہے، امام ذہبیؒ نے صاف لکھا ہے کہ اگر عالم کو نوافل اور ذکر و مناجات سے اشتغال نہیں تو اس کے تعلیم و تعلم میں اخلاص نہیں ہوسکتا۔

دن رات میں کچھ وقت اپنے مولیٰ کے سامنے پیش ہونے اور عاجزی وزاری کرنے کے لئے خاص ہونا چاہئے، قیام اللیل کا نور بے نظیر ہے، یہ دین کی قوت کا خزانہ ہے، ہو سکے تو مغرب بعد چند نفلیں حضور قلب سے پڑھ لیا کیجئے، کچھ ذکر کا بھی معمول بنا لیجئے، دعا اعلیٰ درجے کا عمل تو ہے ہی، مگر اس کی ایک تاثیر بہت طاقتور ہے اور یہ کہ اللہ کے بہت بندوں کو اس میں افتقار و عاجزی کی جیسی کیفیت ہو جایا کرتی ہے اور اپنے مالک و مولیٰ سے جیسے قرب کا احساس ہوتا ہے ایسا دیگر عبادات میں کم ہوتا ہے، آپ کو نبوی دعاؤں کا استحضار ہونا چاہئے، حضرت تھانویؒ کی مناجات مقبول اس میں آپ کی بہترین مدد کرے گی۔ ساتھ رکھا کیجئے۔

اصل تو یہ ہے کہ دین کی روح عموماً اہل اللہ کی صحبت اور کثرت ذکر سے ہی پیدا ہوتی ہے، کسی اللہ والے کو ڈھونڈھ لیجئے جس کے پاس بیٹھ کر اللہ یاد آئے اور دنیا کی رغبت کم اور جنت کا شوق پیدا ہو، صدیوں سے امت میں اصلاح و تعمیر باطن اور نسبت مع اللہ پیدا کرنے کا ایک سلسلہ چلا آرہا ہے، جس کو اصطلاح میں تصوف کا نام دے دیا گیا ہے، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے مولانا نعمانیؒ سے کہا تھا کہ ایمانی صفات اور تعلق مع اللہ کی دولت کسی اور ذریعے سے مل جائے تو اس کو مبارک ہو، مگر سینکڑوں سال سے اللہ کے برگزیدہ بندوں کا مجرب راستہ یہی ہے جس کا استعمال اہل حق مشائخ کرتے آئے ہیں۔

اہل اللہ نے ایک تجربے کی بات لکھی ہے کہ جب تک اپنی اصلاح کی نیت سے کسی صاحب دل بندے کے پاس بیٹھنا نہیں ہوتا اپنے امراض اور عیوب بھی نظر نہیں آتے۔ لیکن اگر کوئی طلب کی کمی یا مجبوری کی وجہ سے کسی اللہ والے بندے کے پاس اپنی اصلاح و تربیت کے مقصد سے حاضر نہ ہو پا رہا ہو تو اس راہ کے واقفوں کا مشورہ یہ ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے خوب ہدایت و اصلاح کی دعا مانگا کرے اور اہل اللہ کی سوانح اور ملفوظات کا مطالعہ مسلسل کرتا رہے۔ میں اس سلسلے میں اپنے دوستوں کو سب سے پہلے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی آپ بیتی کا مشورہ دیا کرتا ہوں، یقین جانیے بڑی مؤثر اور نافع کتاب ہے۔

اللہ ہم سب پر اپنا فضل فرمائے۔ آپ کو اپنے دین کی خدمت و نصرت اور انسانیت کی ہدایت کا کام لے۔ اور ہمارے اس اجتماع کو ثمر خیز بنائے۔ آمین

تعاقب فرق ضالہ

قسط اول

قرآن اللہ کا کلام ہے نہ کہ۔۔۔۔۔،

از: مولانا محمد کبیر الدین قاسمی

قرآن مجید اللہ وحید کا کلام ہے جس کو اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے اس کے کلام اللہ ہونے میں کوئی شک وشبہ ہے نہ اس کی گنجائش ہے، لیکن جعد بن درھم[1] فرقۂ جہمیہ[2]، رافضیہ اور معتزلہ کلام اللہ کے مخلوق ہونے کے قائل ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ کلام اللہ اللہ کی صفتِ ازلی وقدیم نہیں ہے بلکہ مخلوق کے کلام کی طرح حادث اور نو پید ہے اور کسی محل میں حلول کر کے ظاہر ہوتا ہے۔

کلام کی تعریف: قاضی عبدالجبار معتزلی کلام کی تعریف اس طرح کرتے ہیں: هو ما انتظم من حرفين فصاعدا کہ کلام وہ ہے جو دو یا زیادہ حرفوں سے منظوم ومولف ہو (شرح اصول الخمسہ: ۵۲۹) پھر معتزلیوں میں بھی اختلاف ہے کہ کلام جسم ہے یا عرض البتہ اس بات میں سب متفق ہیں کہ کلام؛ اللہ کا پیدا کیا ہوا مخلوق ہے خواہ بندوں کا کلام ہو یا خود اللہ کا کلام!

ازیں قبل کہ اھل اعتزال کے شبہات (دلائل) آپ کے سامنے پیش کیئے جائیں یہ واشگاف کرنا مناسب ہوگا کہ یہ تعریف مخلوق کے کلام کی ہے اور مخلوق کا کلام حادث وفانی ہے، ازلی اور ابدی نہیں ہے، اب اگر اسی کو بنیاد بنا کر اللہ کے کلام کو بھی بندوں کے کلام کے مانند قرار دیا جائے تو ظاھر ہے کہ جب بنیاد ہی غلط ہے تو اس کا نتیجہ بھی غلط ہی برآمد ہوگا، یہی وہ بنیای غلطی ہے جس کا صدور معتزلیوں سے ہوا ہے۔۔کلام خلق کو کلام خالق سے کیا نسبت ہے؟ لیس کمثلہ شئی ذات وصفات میں اللہ کے مثل کوئی چیز نہیں ہے، چنانچہ یہ فرق کرنا ضروری

---

[1] جعد بن درھم خراسان میں ۴۶ھ میں پیدا ہوا اور اُسے والی کوفہ خالد بن عبداللہ قسری نے ۱۰۵ھ میں ۱۰/ذی الحجہ کو خطبہ عید الاضحیٰ کے بعد منبر سے اتر کر تمام لوگوں کے سامنے ذبح کر دیا۔ (البدایہ والنھایہ: الجزء التاسع)

[2] جہم بن صفوان سمرقند ۴۸ھ میں خراسان میں پیدا ہوا، اور اپنی بدعقیدگی کی وجہ سے ۱۲۸ھ میں اُسے امیر خراسان مسلم بن احوذ نے قتل کیا۔ (البدایہ والنھایہ: ۹/۴۵۱)

---

*استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

ہے کہ مخلوق کا کلام حرف وصوت سے مرکب ومرتب ہوتا ہے جس کو کلام لفظی کہا جاتا ہے اور خالق کا کلام حرف و صوت سے ماوراء ذات الٰہی کا وصف ہوتا ہے، جسے کلام نفسی کہا جاتا ہے، اس کو درج مثال کے ذریعہ آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ہمارے سامنے ایک مکتوب رکھا گیا، ہم نے آنکھ سے دیکھا اور اس مکتوب کے کلام اور معانی کا ہم نے اور ہمارے قلوب نے ادراک کیا، یہاں نہ حرف ہے نہ صوت، ترکیب نہ ترتیب، بس یہی کلام نفسی ہے، اب اگر اس کلام نفسی کا اظہار دوسروں کے سامنے کرنا ہے تو اس کے لئے زبان، صوت اور حروف وغیرہ کی ضرورت ہوگی اس اظہار مافی الضمیر کو کلام لفظی کہا جائے گا، ذرا گہرائی اور گیرائی سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اصل کلام وہ ہی ہے جو نفس میں ہے اور زبان ولفظ تو ذریعہ اظہار اور وسیلۂ بیان ہے جیسا کہ شاعر اخطل نے کہا ہے۔

ان الکلام لفی الفؤاد و انما
جعل اللسان علی الفواد دلیلا

کہ یقینا کلام دل میں ہوتا ہے اور زبان کو فقط اس پر دلیل اور رہنما بنایا گیا ہے،

بہر حال انسان اور مخلوق کا کلام لفظی ہوتا ہے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کا کلام نفسی ہوتا ہے ایسا نہیں ہے کہ یہ تقسیم صرف معتزلیوں کے رد کے لئے ہے بلکہ قرآن کریم میں اس پر دلالت بکثرت موجود ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ	اگر تم اس کو پوشیدہ رکھو جو تمہارے دلوں میں موجود ہے یا اس کو ظاہر کردو، اللہ اس کو جانتا ہے۔
وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ	جو تمہارے نفوس میں ہے اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تم سب سے اس کا حساب لے گا۔

ان دونوں آیات شریفہ میں کہا گیا ہے کہ جو کلام یا ارادہ تمہارے دلوں اور نفوس میں ہے اللہ اس کو جانتا ہے اور اس کا حساب لے گا، تو دلوں اور نفوس کا کلام ہی کلام نفسی ہے۔

تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ ط (سورۃ المائدہ:۱۱۶)	جو میرے نفس میں ہے آپ اس کو جانتے ہیں اور جو آپ کی ذات میں ہے میں اس کو نہیں جانتا

اس آیت کریمہ میں اللہ جل شانہ نے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکایت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے **تعلم ما فی نفسی**... الخ یعنی جو کلام میرے دل میں ہے آپ اس کو جانتے ہیں اور آپ کی ذات میں جو امر مخفی ہے اس کو میں نہیں جانتا، یہی کلام نفسی ہے۔

اسی طرح حدیث شریف میں بھی کلام لفظی اور کلام نفسی پر دلالت موجود ہے صرف نمونہ کے طور پر ایک حدیث شریف پیش خدمت ہے، حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛ ان اللہ تجاوز عن امتی ما حدثت به انفسها ما لم تعمل او تتکلم (البخاری) بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے اس ارادہ اور خیال کو درگذر فرمادیا ہے جس کو ان کے نفوس نے ایجاد کیا ہے جب تک کہ عمل یا بات نہ کرلے۔

اس حدیث شریف میں ''ما حدثت به انفسها'' یعنی حدیث نفسی سے مراد عمل اور تکلم سے قبل وہ فکر و خیال ہے جو نفس انسانی میں جاگزیں ہوتا ہے یہی کلام نفسی ہے اور **تتکلم** میں تکلم سے تکلم باللسان یعنی زبان سے بات کرنا مراد ہے، یہی کلام لفظی ہے جس میں حرف اور صوت ہوتی ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ انسان کے کلام لفظی اور نفسی یہ صرف اللہ کے کلام نفسی کے افہام کی تمثیل ہے، تشبیہ مقصود نہیں ہے۔ اھل اعتزال سے یہی بنیادی غلطی ہوئی کہ انہوں نے کلام لفظی اور نفسی کا کوئی فرق ملحوظ نہیں رکھا جس کا ثمرہ یہ رونما ہوا کہ خالق کے کلام کو مخلوق کے کلام کے مثل کہا اور مخلوق کے کلام کے حدوث کی طرح اللہ کے کلام پاک کو بھی حادث، فانی اور غیر قدیم کہا ہے، اس کے بعد اب ان کے دلائل جو حقیقتاً شبہات ہیں سپرد قرطاس ہیں،

دلیل اول: ان حضرات کی پہلی دلیل یہ آیت شریفہ ہے: **اللہ خالق کل شئی** (سورۃ الرعد:۱۶) قاضی عبدالجبار معتزلی اس آیت کریمہ کو پیش کرنے کے بعد رقمطراز ہے کہ آیت اپنے عموم کی وجہ سے قرآن کے حدوث اور خلق پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ اللہ جل شانہ ہر شئی کا خالق ہے اور قرآن بھی ایک شئی ہے پس اس کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

رد: یہ دلیل معتزلہ کے عجائبات میں سے ہے کیوں کہ ایک طرف یہ کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال کے خالق خود بندے ہیں؛ اللہ تعالیٰ نہیں ہے حالانکہ افعال عباد بھی اشیاء ہیں اور آیت کے عموم میں داخل ہونا چاہیئے، اس کے باوجود انہوں نے افعال عباد کو آیت سے خارج کردیا ہے اور کلام الٰہی اللہ کی صفت میں سے ایک صفت ہے، جو ازلی وابدی ہے اور شئی سے خارج ہونے کے سبب آیت شریفہ کے عموم میں داخل نہیں ہے (دلیل آگے آرہی ہے) مگر شئی میں داخل کیا ہے۔

نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آیت شریفہ میں ''**کل شئی**'' کے معنی ہر چیز کے ہیں لیکن الفاظ عام سے ان کے معنی عام کا ارادہ سیاق وسباق اور قرائن پر مبنی ہوتا ہے جیسے اللہ رب العزت نے ملکہ بلقیس کی حکایت

کرتے ہوئے فرمایا ''واوتیت من کل شئی (سورۃ النمل: ۲۳) کہ اس خاتون کو ہر چیز دی گئی، ظاہر ہے کہ ہر چیز زمین، آسمان، سورج، چاند، فلک، ستارے سب کو شامل ہے تو کیا ملکہ بلقیس کو یہ سب چیزیں دی گئی تھیں؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ آیت شریفہ میں سلطنت و بادشاہت کے لئے ضرورت کی ہر چیز مراد ہے، اس طرح اللہ خالق کل شئی (کہ اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے) سے ہر قابل تخلیق ولائقِ حدوث شئی مراد ہے جو اللہ کے ماسوا ہوتی ہے ---معتزلہ کی دوسری دلیل درج ذیل آیت شریفہ ہے

دلیل ثانی: انا جعلناہ قرآنا عربیا (الآیۃ) بے شک ہم نے اس کو عربی قرآن بنایا ہے (سورۃ الزخرف: ۳)

اس آیت شریفہ کے متعلق علامہ زمخشریؒ لکھتے ہیں کہ جَعَلْنَا بمعنی خَلَقْنَا ہے یعنی ہم نے اس کو عربی قرآن پیدا کیا ہے، تو دیکھئے قرآن کے لئے اللہ جل شانہ نے خلق ثابت کیا ہے تو قرآن مخلوق ہوا۔

(کشاف: ۳/۴۷۷)

تردید: یہ استدلال بھی درست نہیں ہے، اس لئے کہ عربی زبان میں جعل کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے (الف) ایک مفعول کے ساتھ (ب) دو مفعولوں کے ساتھ، استعمال کی اول صورت میں اس لفظ کو پیدا کرنے کے معنی میں لیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول جعل الظلمات والنور (سورۃ الانعام: ۹) کہ اللہ تعالیٰ نے تاریکی اور نور پیدا کیا اور استعمال کی دوسری صورت میں لفظ (جعل) بنانے کے معنی میں آتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے الم نجعل الارض مهادا (سورۃ النبأ: ۶) کیا اللہ تعالیٰ نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا۔ اس دلیل کی بناء پر مذکورہ آیت شریفہ کا مطلب ہوگا ہم نے اس منزل کلام کو عربی قرآن بنایا ہے، اس سے قرآن کا مخلوق ہونا لازم نہیں آتا ہے، بعض حضرات مفسرین نے جعلنا کے لفظ کو صرفنا کے معنی میں لیا ہے اس وقت ترجمہ ہوگا کہ ہم نے اس کو عربی قرآن کی طرف پھیر دیا ہے یعنی اللہ جل شانہ کا کلام جو جمیع لغات کو محیط ہے اللہ تعالیٰ نے اس منزل کلام کو عربی لغت کی جانب پھیر دیا ہے، لہٰذا اس آیت شریفہ سے قرآن کے مخلوق اور غیر قدیم ہونے پر استشہاد درست نہیں ہے۔ (المعتزلہ و اصولھم الخمسہ و موقف اھل السنۃ: ۱۲۰)

نقوشِ رفتگاں قسط (۱)

حضرت مولانا حمید احمد صاحبؒ

سیرت، حیات وخدمات

شہر نظام آباد کے معروف اور صاحبِ خدمت بزرگوں میں ایک حضرت مولانا حمید احمد صاحبؒ بھی ہیں، موصوف جامع مسجد نظام آباد کے خطیب اور اہلِ حق کے سرپرست تھے، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ سابق رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند کے خُسر بھی تھے، عرصہ ہوا انتقال ہوکر مگر مولانا کا تعارفی خاکہ بعد کے علماء کے سامنے نہ آسکا، محترم اکرم ترمذی صاحب زید مجدہ کو مولانا کے صاحبزادے بھائی عرفان احمد مرحوم کے انتقال پر اُن کی یاد آئی اور یہ مضمون سپردِ قرطاس کردیا گیا جو قارئین اشرف الجرائد کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔ از: مدیر غفرلہٗ

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

ہندوستان میں اتر پردیش کے ضلع بجنور کی مردم خیز سرزمین سے ایسی ایسی نابغۂ روزگار ہستیاں منصۂ شہود پر آئیں کہ جن کے علم وفضل، صلاحیت وقابلیت، معرفت وحکمت نیز قوتِ عمل نے ایک عالم میں اپنی عظمت وکمال کا سکہ بٹھادیا اور امت مرحومہ کے ایک بڑے طبقے کے دلوں پر حکومت کی۔ ان ہی بزرگوں میں مولانا حمید احمدؒ نہٹوری کا بھی شمار ہوتا ہے؛ ان کے والدین مذہبی مزاج کے حامل تھے اس لئے ان کی تعلیم وتربیت بھی شریعتِ اسلامی کے دامن میں ہوئی اور ابتدائی دینی تعلیم کے بعد انہیں ہندستان کی عظیم اسلامی درس گاہ جامعہ دارالعلوم دیوبند میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے داخل کیا گیا وہاں انہوں نے بڑی محنت اور لگن سے تعلیم پاکر مولوی فاضل وکامل کی سند حاصل کی۔

1857ء کی پہلی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد انگریزوں کے زیرِ تسلط تمام علاقوں کے حالات مسلمانوں کے لئے حصول روزگار اور مالی ومعاشی ترقی کی راہ میں مزاحم ہوگئے تھے۔ خوبیٔ قسمت کہ ان دنوں سلطنت خداداد، حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں اسلامی حکومت قائم تھی۔ چنانچہ شمالی ہند سے مسلمان حصول روزگار اور معاشی ومالی آسودگی کے لئے عموماً یہیں کا رخ کیا کرتے تھے۔ مولانا حمید احمد صاحب بھی دارالعلوم

دیوبند سے فراغت کے بعد حیدرآباد تشریف لائے؛ یہاں علوم اسلامی کے فروغ اور مسلمانوں میں مذہبی بیداری پیدا کرنے کے لئے حکومت کی جانب سے ''امور مذہبی'' کے نام سے ایک محکمہ قائم کیا گیا تھا۔ اس کی زیریں شاخ ''انجمن اسلامیہ'' کہلاتی تھی، جس کی زیرنگرانی ساری ریاست میں دینی مدرسے قائم کئے گئے تھے، جہاں مسلمانوں کو نہ صرف دینی تعلیم دی جاتی تھی بلکہ پیشہ وارانہ ٹریننگ سے بھی آراستہ کیا جاتا تھا، ان مدارس میں عام طور پر نجاری اور خیاطی کے شعبے قائم تھے۔ ریاست کے اضلاع اور تعلقوں میں انجمن اسلامیہ کے یہ مدارس بحسن وخوبی اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوتے تھے، مزید برآں ان مدرسوں کی نگرانی اور چیکنگ کے لئے ناظر کا ایک عہدہ قائم کیا گیا تھا۔ جس کا فریضہ ان مدارس کا معائنہ کر کے محکمہ امور مذہبی کو رپورٹ پیش کرنا ہوتا تھا۔

مولانا حمید احمد صاحب نے محکمہ امور مذہبی میں ملازمت کے لئے درخواست پیش کی تو ارباب مجاز نے اسے منظور کر کے ناظر کے پوسٹ پر ان کا تقرر کر دیا اور نظام آباد ان کا ہیڈ کوارٹر بنایا گیا، چنانچہ انہوں نے جائزہ حاصل کر کے نظام آباد میں سکونت اختیار کر لی، لائن گلی میں ان کا مکان تھا۔

انجمن اسلامیہ کی جانب سے عائد کردہ ڈیوٹی کے علاوہ ایک فعال عالم دین ہونے کی بناء پر انہوں نے رضا کارانہ طور پر تعلیم وتفہیم اور وعظ وبیان کے ذریعہ شریعت اسلامی کی ترویج اور اخلاق حسنہ کی تزئین کی جد وجہد کو اپنا میدان عمل بنایا۔ اس طرح وہ بڑی خاموشی کے ساتھ جرأت، ہمت اور حوصلے سے کام لے کر ان گھور اندھیروں میں اسلامی علوم کے چراغ جلاتے رہے۔

گو ہَوا ہے تند وتیز لیکن دیئے اپنے جلا رہا ہے
وہ مرد درویش حق نے دیئے ہیں جس کو انداز خسروانہ

اس میں شک نہیں کہ گم راہی کی تپتی دھوپ میں وہ ایک شجر سایہ دار تھے۔ ان کا وجود اس آب جو کی طرح تھا کہ جو اس کے پاس آتا ہے فیض پاتا ہے، وہ جس کے پاس جاتی ہے فیض پہنچاتی ہے اور زمین شور کو سبزہ زار اور ماحول کو باغ وبہار بنا دیتی ہے، یقیناً وہ ایک مرد مومن تھے تب ہی تو ان کے دل کا آئینہ نور سے معمور تھا۔

ان کی روح پرور تقریروں اور جان سوز کاوشوں نے عوام ہی نہیں خواص کے ذہن وفکر اور دل ودماغ کو بھی صیقل کیا تھا، ان کی تقریریں شگفتہ، دلچسپ، عام فہم، رواں، معلومات آفریں اور اثر پذیری میں اپنا جواب آپ تھیں، انہیں بات کرنے کا ایک اچھوتا قرینہ حاصل تھا، افہام وتفہیم کا انداز دل موہ لیتا تھا۔

سقوط حیدرآباد کے بعد مولانا نے نظام آباد میں ایک ہمہ وقتی دینی مدرسہ قائم کیا تھا، جس میں مولانا عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے بھی کچھ عرصہ تک معلمی کے فرائض انجام دیئے تھے، مولانا کے غیاب میں نظم ونسق اور دیگر امور کی نگرانی بھی انہیں کی ذمہ داری تھی۔

ایک استاذ کی حیثیت سے بھی ان کا پایہ بہت بلند تھا، وہ مردم شناس بھی تھے اور اپنے تلامذہ کی استعداد، لگن اور دل چسپی کے پارکھ بھی، وقت کے جلو میں ان کا علم بھی تبحر کے درجہ کو پہنچ چکا تھا، انسانی نفسیات پر ان کی گہری نظر تھی، خصوصاً نوجوانوں کی نفسیات پر انہیں ید طولیٰ حاصل تھا، اسی لئے انہوں نے اپنے طالب علموں کے جسموں پر ہی نہیں دلوں پر بھی حکومت کی تھی، طلبہ ان کے علمی تفضّل کے قدر دان ہی نہیں ان کی شفقت، محبت اور طلبہ نوازی کے معترف بھی رہے اور وقت نے انہیں جب استاذ کے منصب پر فائز کیا تو اُنھوں نے اپنے استاذ کی روش کو زندہ و تابندہ رکھنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، اسی طرح چراغ پر چراغ جلتے رہے جن کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ان کی شخصیت بڑی ہمہ گیر اور ہمہ جہت تھی وہ نہ صرف ایک مولوی، ایک معلم، ایک مفکر، ایک منتظم اور ایک مصلح قوم کی حیثیت سے ممتاز تھے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، ان کی شخصیت میں ایک کشش تھی، ان کی معیت میں بوریت کا احساس کبھی نہیں ہوتا تھا۔ وہ بچوں میں بچے، بڑوں میں بڑے، عالموں میں عالم اور شاعروں میں شاعر تھے۔ ان کی بزلہ سنجی اور خوش مزاجی محفلوں میں جان ڈال دیتی تھی۔

بہت لگتا تھا دل صحبت میں ان کی
وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے

وہ بڑے پاک باز، باحیا اور باوقار شخصیت کے مالک تھے تعصب اور تحزّب سے دامن کو کبھی آلودہ ہونے نہ دیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ بے شمار خوبیاں ان کی شخصیت میں یک جا ہوگئی تھیں، چہرہ سے متانت اور رعب داب ٹپکتا تھا، قد دراز تھا، پنجابی طرز کی ڈھیلی ڈھالی شوار، لمبا کرتا، اس پر صدری، سر پر عمامہ، شانے پر رومال، پہلی ہی نظر میں لوگ ان سے متأثر ہی نہیں مرعوب بھی ہوجاتے تھے، یوں تو سنجیدگی اور متانت قائم رہتی لیکن جن سے وہ کھل جاتے ان سے بے تکلفی بھی ہوجاتی، شوخی بھی ہوتی اور کبھی کبھی دل چسپ شرارت بھی، خوب ہنستے ہنساتے لیکن شرافت کی حد سے کبھی متجاوز نہیں ہوتے تھے۔

ہم بھائی بہن سب صغر سنی ہی سے انہیں تائے ابا اور ان کی اہلیہ محترمہ کو تائی اماں کہتے تھے۔ وہ بھی مشفق، مہربان، خوش مزاج، خوش گو اور باغ و بہار مزاج کی حامل تھیں، بہت عرصہ کے بعد وہ ہمارے ہاں آئیں تو گھر کا ماحول گل و گلزار ہوگیا تھا، ہم سب ان کے آگے پیچھے ہی رہتے تھے، دیکھتے دیکھتے ایک مہینہ نہ جانے کیسے بیت گیا، اور تائے ابا نے واپسی کے لئے رخت سفر باندھنے کا ارادہ کیا، ہم میں سے کوئی بھی اس کے لئے آمادہ نہ تھا، میرے مرحوم بھائی ازہر ترمذی نے کہا کہ یہاں تشریف لانے میں آپ کی مرضی کو دخل تھا، واپسی کی تاریخ ہماری

مرضی سے طے ہوگی، بات پر زور دینے کے لئے اس کی زبان سے یہ بھی نکل گیا کہ اب ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں رہا یہ سن کر بڑی شوخی بلکہ شرارت آمیز لہجے میں مسکرا کر فرمایا: ابے مجھ سے نہیں تو کیا تجھ سے تعلق قائم ہوگیا، اس جملے پر از ہر بغلیں جھانکنے لگا اور انہوں نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا اور سارا ماحول زعفران زار ہوگیا۔

کھمم کے قریب ایک گاؤں ہے ''خوش منچی'' وہاں تبلیغی جماعت کا اجتماع تھا، جس میں مولانا کو بھی مدعو کیا گیا تھا، وہاں کے امیر خواجہ معین الدین صاحب نے کچھ خاص مہمانوں کو اجتماع کے دوسرے روز روک لیا، دسترخوان پر مرغ کا قورمہ پراٹھے وغیرہ تھے، مہمانوں میں تبلیغی جماعت کے ممتاز اور ہر دل عزیز مقرر وخطیب عابد بھائی بھی شامل تھے، مولانا کی نظر قورمہ کی ڈش پر پڑی تو دیکھا کہ اس میں مرغ کی ایک ہی ران ہے، وہ انہوں نے عابد بھائی کے اکرام میں ان کی پلیٹ میں ڈال دی، پھر آواز لگائی، بھائی معین الدین! کیا مرغ لنگڑا تھا، وہ گھر کے اندر تھے، بڑے خفیف ہوئے اور کئی رانیں اور لے آئے، طبیعت کا یہ رنگ وہیں ہوتا تھا جہاں غیر معمولی اپنائیت کے ساتھ بے تکلفی بھی ہوتی۔

حیدرآباد کے تبلیغی جماعت کے مرکز جامع مسجد معظم پورہ میں سہ ماہی مشورہ تھا، ظہر کی نماز کے بعد دسترخوان بچھایا گیا، مولانا کے سامنے کسی نے دال کا پیالہ لاکر رکھ دیا، فرمایا کہ یہ کیا ادنیٰ شئے رکھ دی، قورمہ کا پیالہ لے آؤ وہیں کرنل امیر الدین صاحب بھی کھڑے تھے، انہیں ادنیٰ کا لفظ بری طرح کھٹکا، چیں بجبیں ہوکر کہا اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت کو آپ نے ادنیٰ کیسے کہہ دیا؟ مولانا نے برجستہ جواب دیا کرنل امیر الدین تم چاہے ساری عمر تبلیغ میں پتا دو، مولوی تھوڑی بن جاؤ گے، قرآن حکیم کی تفسیر نہ سہی ترجمہ تو پڑھ لیا کرو پھر یہ آیت پڑھی اور ترجمہ بھی کر دیا۔ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ؕ (البقرہ۔آیت ۶۱) ترجمہ: اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم سب سے ایک ہی قسم کے کھانے پر صبر نہ ہوسکے گا اس لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں زمین کی پیداوار ساگ، ککڑی، گیہوں، مسور کی دال اور پیاز دے، آپ نے فرمایا: اعلیٰ چیز کے بدلے ادنیٰ چیز کیوں طلب کرتے ہو۔

کرنل صاحب جہاں حق گوئی میں بے باک تھے وہیں حق بات کو خندہ پیشانی سے قبول کرنے میں کوئی تامل نہ کرتے تھے چنانچہ انہوں نے نہ صرف اپنی غلطی کو تسلیم کیا بلکہ معذرت بھی کر لی۔

نلگنڈہ میں مسجد گڑھی تبلیغی جماعت کا ضلعی مرکز تھا اتوار کے روز بعد نماز عشاء وہاں اجتماعی کھانے کا نظم بھی مقرر تھا، کھانے کے اختتام پر دسترخوان پر گرے ہوئے دانے سب لوگ چن چن کر کھا رہے تھے، فرمایا اللہ کے بندو! کیا سارے دانے خود ہی کھالو گے، بھائی چیونٹیوں کا حق بھی تو حق ہوتا ہے۔

نظام آباد میں جب مولانا کی ملازمت مستقل ہوگئی تو ان کے والد محترم نے انہیں نہٹور بلایا، تعمیل حکم میں وہ نہٹور پہنچے تو پتہ چلا کہ پروانہ گرفتاری تیار ہے، حکم ہوا کہ تمہاری شادی طے کردی گئی ہے، پرسوں نکاح مقرر ہے، اس زمانے میں لائق تو پھر لائق ہے نالائق اولاد بھی والدین کے حکم سے سرتابی کی جرأت نہیں کرسکتی تھی، چنانچہ بے چوں و چرا سر تسلیم خم کرلیا اور نہایت سادگی کے ساتھ شادی ہوگئی، ابھی شب زفاف ہی تھی کہ اذان فجر سے قبل وہ اس طرح چلے گئے کہ ان کا پھر کہیں پتہ نہ چلا، سارا گھر پریشان تھا، سب دولہن سے استفسار کررہے تھے لیکن وہ بے قصور بے چاری خود حیران و پریشان کسی کو کیا بتاتی، غرض اسی شش وپنج میں جیسے تیسے دو ماہ گذر گئے تب کہیں جا کر ان کا خط آیا اور صورت حال کا علم ہوا اور سب کی جان میں جان آئی۔

اصل میں بات یہ تھی کہ نظام حیدرآباد اپنے مصارف پر مسلمانوں کی ایک قابل لحاظ تعداد کو حج وزیارت کی سعادت سے بہرہ مند ہونے کے لئے ہر سال بھیجا کرتے تھے، مولانا نے بھی اس مقصد کے لئے محکمہ امور مذہبی میں درخواست دی جو بفضلہٖ تعالیٰ منظور بھی ہوگئی تھی اگر وہ ذرا بھی تاخیر کرتے تو بروقت ممبئی نہ پہنچ پاتے اور کسی کو بتاتے تو انہیں جانے کون دیتا، اس واقعہ کو جب بھی یاد کرتے میاں بیوی دونوں کا مارے ہنسی کے برا حال ہوجاتا دونوں میں محبت بھی بے مثال تھی، زندگی کی دھوپ چھاؤں میں تائی اماں کے لئے شوہر کی محبت ہی سب کچھ تھی، ہر آزمائش وابتلاء میں یہی ان کے لئے سب سے بڑا سہارا تھی، شائد ان کا خمیر ہی ایثار و وفا تسلیم ورضا اور صبر وشکیب کی مٹی سے گوندھا گیا تھا؛ غالباً آزادیٔ ہند سے دو ڈھائی سال قبل نظام آباد میں چیچک کی وبا پھوٹ پڑی تھی سارے شہر میں موت کا بازار گرم تھا، تائے ابا کا گھر بھی اس وبا سے محفوظ نہ رہ سکا، ان کی ایک لڑکی جو تین چار برس کی تھی اس موذی مرض کا شکار ہوگئی اور دیکھتے دیکھتے سب کی نظروں کے سامنے دم توڑ دیا، حادثہ جانکاہ تھا لیکن کوئی چارہ بھی نہ تھا، بعجلت تمام غسل وتجہیز وتکفین سے فارغ ہوکر اسے قبرستان لے گئے اور تدفین کے بعد گھر پہنچے تو دوسری لڑکی کی نعش کو بھی منتظر پایا، پتہ نہیں کس دل سے اس جگر ٹکڑے کو بھی پیوند خاک کرآئے۔

پھول تو چار دن بہار جان فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

سب کے چہرے رنج وغم کی تصویر تھے لیکن کسی کے منہ سے آہ تک نکلنے نہ پائی، ایسے شریعت کے پاسباں اب کہاں رہ گئے ہیں۔

(جاری۔۔۔۔)

درسِ عبرت

اُمرائے سلطنت کی نیلامی

(علماء دین کی عظمت وشوکت کے آگے حکمرانوں کی شکست فاش)

ابوالعباس خاں

منڈیاں تو بہت سی لگتی ہیں، سبزی منڈی، غلہ منڈی، جانور منڈی وغیرہ وغیرہ، لیکن تاریخ اسلام میں ایک منڈی ایسی بھی لگی ہے جس میں حکومتِ وقت کے امراء اور حکام نیلام ہوئے، ان کی بولی لگائی گئی اور غلاموں کی طرح انھیں فروخت کیا گیا۔

جی ہاں! یہ واقعہ ہے چھٹی صدی ہجری کا، مصر میں غلاموں کی کثرت تھی، ان کی منڈیاں لگتیں، کچھ خریدے و بیچے جاتے، کچھ جہاد میں حاصل کیے جاتے، عرب کے بھی تھے، عجم کے بھی تھے، اور کچھ غلام ترک بھی تھے؛ نہایت زیرک، ماہر سیاست، حالات کے نبض شناش! رفتہ رفتہ وہ باحیثیت ہوئے، اصحاب مال وثروت ہوئے، حکومت میں شریک ہوئے، اور عہدوں پر پہنچ کر داد عیش دینے لگے، اور مسلم معاشرہ ان کی غلامی سے غافل، ان کے ماضی سے بے بہرہ، ان کی تابعداری کا طوق گلے میں ڈالے اپنی زندگی میں مصروف رہا!

لیکن! ایک ذات ایسی بھی تھی جو نگاہ ہوش مند وفکر ارجمند کی مالک تھی، جو علوم اسلامیہ کی امین اور احکام شرعیہ کی پاسدار تھی، جس کے ماتھے پر ستارۂ اسلام و پاسدارئ احکام ہُویدا تھا، جرأت ایمانی سے لبریز، غیرت دینی سے معمور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے سربکف، نہ احکام شریعت میں ایک لفظ کی تبدیلی گوارا تھی، نہ ایک لمحہ کی تاخیر روا تھی! بے شک یہ ذات تھی عزالدین بن عبدالسلامؒ کی، جنھیں ہماری تاریخ ''شیخ الاسلام'' کہتی ہے۔

شیخ نے فتویٰ صادر کیا: ''یہ امراء کل تک غلام تھے، شرعی طریقہ پر یہ آزاد نہیں ہوئے، یہ ابھی بھی غلام ہیں، اس لیے ان کے سارے معاملات غیر شرعی ہیں۔''

شیخ کا فتویٰ ایک برق بے اماں تھا، امراء وحکام کے خیموں میں اک آگ سی لگ گئی، سب جل بھن اٹھے، مگر شیخ کے بلند مقام و بلند حیثیت کے سامنے چپ رہے، کسی میں چوں چرا کی ہمت نہ تھی، لیکن شیخ کا فتویٰ کیسے چپ رہتا، قریہ، محلہ، قصبہ، شہر اور پھر پورے ملک میں فتوی کی گونج صاف سنائی دینے لگی، اور لوگوں نے

ان سبھی امراء وحکام سے معاملات منقطع کر لیے، ان کی دقتیں بڑھنے لگیں، حاکم ہو کر بھی وہ اجنبی سے ہو گئے۔

امراء وحکام کی تشویش بڑھتی گئی، ہفوات کا سلسلہ شروع ہوا، شیخ کون ہوتے ہیں دخل دینے والے، حکومت کے معاملات سے شیخ کا کیا تعلق؟ تبصروں پر تبصرے شروع ہوئے، بادشاہ کو بھی علم ہوا، حالات پیچیدہ ہونے لگے، آخر کار خصوصی مجلس بلائی گئی، شیخ بھی حاضر ہوئے، بحثیں شروع ہوئیں، کسی نے رعب دکھایا، کسی نے دھونس جمایا، بادشاہ نے پہلے لجاجت پھر اکڑ اور پھر اپنی بادشاہت کا غرہ دکھایا، لیکن شیخ نے برملا کہہ دیا کہ ''اسلام کا حکم سب پر یکساں طور پر نافذ ہے، یہ سب غلام ہیں، پہلے انھیں نیلام کیا جائے، اور پھر شرعی طریقہ پر آزادی کا پروانہ دیا جائے۔'' بس پھر کیا تھا، حکام چیخ اٹھے کہ یہ شیخ ہمیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں، ہم اس ملک کے حاکم ہیں، فیصلے ہم کرتے ہیں، غلام ہم بناتے ہیں، سکہ ہمارا ہی چلتا ہے، ان کی یہ ہمت کہ ہمیں سر بازار نیلام کریں؟!

امراء کی ترش گوئی، حکام کی بدسلوکی اور بادشاہ کی سخت کلامی وہٹ دھرمی، شیخ کی شانِ بے نیازی میں ایک عظیم گستاخی تھی، جس سرزمین پر شرعی حکم نافذ نہ ہو، جس مملکت میں اسلامی قانون کی پاسداری نہ ہو، ایسی ریاست میں سانس لینا بھی روا نہیں، شیخ کی غیرت نے مصر میں رکنا گوارا نہ کیا، سامان کو جانور پر لادا، گھر والوں کو سوار کیا، اور مصر کو الوداع کہتے ہوئے نکل پڑے۔

امراء وحکام کو خبر ہوئی، خوشی کی لہر دوڑ گئی، آزمائش سے نجات ملی، اب راحت ہی راحت ہے، شیخ کے جانے سے جان میں جان آ گئی، لیکن یہاں تو منظر ہی کچھ اور تھا، شیخ کا قافلہ رواں ہوا، اور پھر قافلہ پر قافلہ، ایک کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا اور پھر..... ایک سلسلہ چل پڑا، علماء وصلحاء بھی، تجار وکاشتکار بھی، کسان ومزدور بھی، غرض کیا خواص کیا عوام، سب کے سب شیخ ہی کی سمت میں رواں، نہ کسی کو مصر عزیز ہے، نہ مصر کی ہریالی وخوشحالی محبوب ہے، شیخ کے مقابلہ میں دنیا کی متاع بے بہا بھی خس وخاشاک سے کچھ اوپر نہیں۔

بادشاہ کو اطلاع ہوئی، حالات کی سنگینی کا علم ہوا، سرکاری نمائندوں نے عرض کیا، بادشاہ سلامت! اگر شیخ چلے گئے تو شہر ویران ہو جائے گا، یہاں پر خاک اڑنے لگے گی، پھر آپ کس کے بادشاہ؟ اور کیسی آپ کی رعایا؟ بادشاہ کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی، گھوڑے پر سوار ہوا اور خود شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، منت وسماجت کی، لجاجت کی، ہر شرط منظور کی اور شیخ کو واپس شہر میں لے آیا، اور طے ہوا کہ امراء وسلاطین کو نیلام کیا جائے گا۔

نیلام ہونے والوں میں نائب السلطنت بھی تھا، وہ غصہ میں بپھر اٹھا، ننگی تلوار اٹھائی، (بقیہ صفحہ: ۱۷ پر)

فقہ وفتاویٰ

احرام سے متعلق چند احکام

ادارہ

احرام کی چند سنتیں:

احرام باندھتے وقت کی چند اہم سنتیں درج ذیل ہیں: (۱) حج کے مہینوں میں احرام باندھنا۔ (اگر شوال سے قبل احرام باندھ لیا تو خلاف سنت اور مکروہ ہوگا) (۲) اپنے شہر کے مخصوص راستہ اور میقات سے احرام باندھنا۔ (۳) احرام سے قبل غسل یا وضو کرنا۔ (۴) ایک چادر اور ایک لنگی پہننا (مردوں کے لئے)۔ (۵) دو رکعت نماز ادا کرنا (لیکن کسی نے اگر مکروہ وقت میں احرام باندھا ہے تو اس وقت نماز ادا نہیں کرے گا۔ (۶) احرام کے بعد تلبیہ کا برابر ورد رکھنا۔ (۷) تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا۔ (مردوں کے لئے)۔ (غنیۃ الناسک: ۶۷)

احرام کے بعض مستحبات:

احرام کے چند مستحبات درج ذیل ہیں:

۱۔ دو نئے دھلے ہوئے کپڑے پہننا (مردوں کے لئے)۔ ۲۔ چپل پہننا۔ ۳۔ نماز کے فوراً بعد بیٹھنے کی حالت ہی میں نیت کرنا اور تلبیہ پڑھنا۔ ۴۔ اگر ممنوعاتِ احرام سے بچنے کی پوری امید ہو تو (اشہر حج میں احرام) میقات سے پہلے باندھنا۔ ۵۔ مونچھ کترنا۔ ۶۔ ناخن تراشنا۔ ۷۔ بغل صاف کرنا۔ ۸۔ موئے زیر ناف صاف کرنا ۹۔ اگر بیوی پاس ہو اور کوئی مانع نہ ہو اس سے صحبت کرنا (تاکہ احرام کے دوران دل فارغ رہے)۔

(غنیۃ الناسک: ۶۷-۶۸)

بدن پر خوشبو لگانے کا حکم

احرام باندھنے کے لئے غسل کرنے کے بعد بدن میں عطر وغیرہ لگانا مسنون ہے، جب کہ خوشبو بسہولت میسر ہو۔ (شامی: ۴۸۸/۳)

احرام کے کپڑوں میں خوشبو لگانا

احرام کے کپڑوں میں ایسی گاڑی خوشبو لگانا (مثلاً جما ہوا مشک) جس کا اثر بعد تک باقی رہے ناجائز ہے؛

البتہ ایسی خوشبو جو گاڑی نہ ہو اور اس کا اثر بعد میں باقی نہ رہے، اس کا کپڑوں پر لگانا گو کہ جائز ہے مگر نہ لگانا ہی بہتر ہے۔ (البحر الرائق: ۲/ ۵۶۲)

غسل کرنے کے بعد کنگھی کرنا

احرام کے غسل کرنے کے بعد کنگھی کرنا مستحب ہے۔ (اللباب: ۱/ ۱۶۶)

غسل کے بعد تیل لگانا

احرام کے لئے غسل کرنے کے بعد سر اور داڑھی میں تیل لگا لینا بھی مستحب ہے، وہ تیل چاہے خوشبو دار ہو یا خوشبو دار نہ ہو۔ (خانیہ: ۱/ ۲۸۵)

احرام کے کپڑے کتنے لمبے ہوں؟

مرد کے احرام کے لئے جن کپڑوں کا استعمال کیا جائے ان میں ازار یعنی لنگی کم از کم ناف سے لے کر گھٹنے تک ہونی چاہئے؛ تاکہ سزا اچھی طرح ڈھک جائے اور رداء یعنی چادر ایسی لمبی ہونی چاہئے جو (اضطباع کے وقت) داہنے کندھے سے نکال کر بائیں کندھے پر سہولت سے آجائے۔ (شامی: ۳/ ۴۸۸)

تنبیہ: واضح رہے کہ اضطباع (دایاں کندھا کھولنے) کی سنت صرف اس طواف میں جس کے بعد سعی کا ارادہ ہو؛ لہذا عام حالت میں کندھا کھلا رکھنا خلاف سنت ہے۔

احرام میں مردوں کے لئے سفید کپڑوں کا استعمال افضل ہے

احرام میں مردوں کے لئے سفید کپڑوں کا استعمال افضل ہے۔ (تبیین الحقائق: ۲/ ۲۵۰)

احرام میں رنگین کپڑوں کا استعمال

اگر کسی نے سفید کے علاوہ کوئی اور دوسرا رنگ مثلاً کالا، لال، پیلا یا ہرا وغیرہ استعمال کر لیا تو بھی درست ہے، یا رنگین چادر یا رزائی وغیرہ اوڑھ لی تو بھی کوئی حرج نہیں۔ (غنیۃ الناسک: ۱۷)

سلی ہوئی لنگی کا استعمال

احرام کے کپڑوں میں بہتر یہی ہے کہ وہ بالکل سلے ہوئے نہ ہوں؛ لیکن اگر کسی نے لنگی کے ایک کونے کو دوسرے سے باندھ دیا یا سلوا لیا تو اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہوگی۔ (غنیۃ الناسک: ۱۷)

نوٹ: اگر کسی شخص کو بے سلی لنگی پہننے کی بالکل عادت نہ ہو، اور ایسی لنگی پہننے سے کشف عورت کا واقعی خطرہ ہو تو اس کے لئے سلی ہوئی لنگی پہننے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے۔ (مرتب: کتاب المسائل)

خبرنامہ

عالم اسلام کی خبریں

ادارہ

- مسجد حرام میں بیاگ کھول کر سامان کی تلاشی کا مسئلہ ختم؛ زائرین کی سہولت کے لئے سی تھرو بیاگ تیار۔

(منصف: ۳۰/مارچ ۲۰۱۷ء)

- منشیات کے خلاف جنگ جہاد ہے؛ نشہ کے کاروبار کے خلاف پوری طاقت سے لڑائی کی جائے: سعودی مفتی اعظم۔

(اعتماد: ۲۸/مارچ ۲۰۱۷ء)

- پاکستانی مقتول کے خاندان نے خون بہا کے بدلے ۱۰/ہندوستانی ملزمین کو معافی دے دی۔ (اعتماد: ۲۸/مارچ ۲۰۱۷ء)
- اسرائیلی جیلوں میں فلسطینی قیدیوں کی اجتماعی بھوک ہڑتال کا اعلان۔ (اعتماد: ۱۱/اپریل ۲۰۱۷ء)
- لیبیا کو تین حصوں میں تقسیم کرنے (ایک امریکی افسر) کی تجویز۔ (اعتماد: ۱۱/اپریل ۲۰۱۷ء)
- جرمنی میں اسلام اور مساجد سے متعلق مزید قوانین کا مطالبہ، جرمن زبان میں خطبات دینے اور تمام مساجد کا رجسٹریشن کئے جانے پر بھی زور۔ (اعتماد: ۳۱/مارچ ۲۰۱۷ء)
- پاکستان عالم اسلام کی امیدوں کا محور، کچھ لوگ اسلام کی غلط تشریح کر کے دہشت گردی پھیلانا چاہتے ہیں، امام کعبہ شیخ صالح بن محمد الطالب کا بیان۔ (منصف: ۱۰/اپریل ۲۰۱۷ء)
- سوشیل میڈیا پر موجود توہین آمیز مواد فوراً بند کریں، اسلام آباد ہائی کورٹ۔ (اعتماد: ۹/مارچ ۲۰۱۷ء)
- بیت المقدس میں ۲۵ ہزار مکانات کی تعمیر کا منصوبہ، اسرائیلی حکومت کا اعلان۔ (اعتماد: ۳۰/اپریل ۲۰۱۷ء)
- ترکی میں فتح اللہ گولن سے روابط رکھنے والے ۹ ہزار سے زائد پولس ملازمین برطرف۔ (منصف: ۲۸/اپریل ۲۰۱۷ء)
- سنکیانگ میں مسلمان بچوں کے تقریباً ۱۰ درجن مخصوص اسلامی ناموں پر پابندی عائد۔ (اعتماد: ۲۶/اپریل ۲۰۱۷ء)
- یمن میں ۹۰/لاکھ افراد فاقہ کشی پر مجبور، خوراک کی کمی کا بحران، صورت حال تباہی کے دہانے پر۔ اقوام متحدہ

(منصف: ۱۴/اپریل ۲۰۱۷ء)

- انڈونیشیا کے مشہور قاری اور عالم دین الشیخ جعفر عبدالرحمان سوموار کے روز ایک سرکاری تقریب میں تلاوت قرآن پاک کے دوران سورہ ملک کی تلاوت کرتے ہوئے جب وہ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ تک پہنچے تو قرآن پڑھتے پڑھتے ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ (العربیہ ڈاٹ نیٹ: ۲۷/اپریل ۲۰۱۷ء)